

رجسٹرڈ نمبر ۷۸۱

معارف

مجلس المصنفین کا ماہور علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپے سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپر

دفتر دار المصنفین عظیم گدھ سے شائع ہوا

کتابخانہ دارالامین

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دوم درجہ اولیٰ

ایضاً حصہ دوم درجہ دوم، درجہ سوم، الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی ولادت اور طرز حکومت، الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ادب کا فلسفہ، شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا

آغاز و قدا کا دور صفحہ ۳۵ سے

ایضاً حصہ سوم، شریعت متاخرین صفحہ ۲۳۰، حصہ دوم اور چارم و پنجم زیر طبع ہیں، الکلام جدید علم کلام، الاستعداد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں، سوانح مولانا رحم مولانا کی سوانح عمری اور ادب کا فلسفہ و تصوف

اور ثنوی پر تبصرہ، قیمت، مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات

اوراد کے جوابات، قسم اول، حصہ دوم، ۱۲، مکاتیب شبلی، مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو، علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے، جلد اول، ۱۲

ایضاً جلد دوم، رسالہ شبلی، مولانا کے ۱۲ منتخب علمی مضامین کا مجموعہ، قیمت

تفسیر امیر تیسرا، امیر تیسرے کے اجلاس ندوۃ العلماء میں

مولانا نے جو فارسی تصنیفیں طبع کیں، طبع رنگین و اسطی

مجموعہ کلام شبلی، اردو، ثنوی صبح امید، اردو

نوحہ اسحاق، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر پردہ مرثیہ

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورہ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر، تفسیر سورہ قیامہ، تفسیر سورہ وائس

تفسیر سورہ وائس، تفسیر سورہ واکفرون، تفسیر سورہ والعصر

الرای السیاح فی من ہوا الذبح، عربی میں حضرت امیل کے فنیج ہونے پر ایک ل

ادب پرورد رسالہ ۱۰، اسباق النور، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو، دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر، ۱۲، خرد نامہ مشظوم، خاص فارسی زبان میں شال سیلان کا ترجمہ

تحفۃ الاطرب، عربی کی نحو جدید اردو نظم میں، ۱۲، دیوان انیس، ہندوستان کے مایہ ناز استاد ادب

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا علمی کلام صفحہ ۸۲، قیمت

شذرات

ار خواتین اسلام

علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ

تلمیض و تبصرہ

اخبار علمیہ

آثار علمیہ ادبیہ

ادبیات

تقریظ و انتقاد

مطبوعات جدیدہ

مضامین

۱۰ - ۲

مولوی عبدالرحمن صاحب نگرامی ندوی ۱۱ - ۱۳

مولوی ابوالنصر سید احمد صاحب بھوپالی ۱۴ - ۱۶

(۱) عربوں کے کارنامے ۵۴ - ۶۰

(۲) یو۔ پی ہٹارکیل جرنل

۶۱ - ۶۲

عرضداشت نظام الملک ۶۸ - ۶۹

حضرت اکبر و جناب جوش ۷۰ - ۷۱

(۱) اسرار حق ۷۲ - ۷۸

(۲) عرب اور ان کا مستقبل (مولوی ابوالحسنات مدوی)

۷۹ - ۸۰

مشکلات

رایٹ آنریبل مولوی سید امیر علی کی انگریزی اسپرٹ آف اسلام ایک مشہور کتاب ہے جسکے مطالعہ نے صد ہا انگریزوں اور انگریزی خاندانوں کے دلوں میں اسلام کی محبت و وقعت پیدا کیا ہے۔ اب یہ کتاب کئی سال سے نایاب تھی، حال میں اسکے پبلشرز (مسز کرٹو فرس) برزس اسٹریٹ لندن نے اطلاع دی ہے کہ اسکا جدید ایڈیشن چھپنے کو تیار ہے، مصنف نے اس جدید ایڈیشن کے لئے کتاب پر شروع سے آخر تک نظر ثانی کی ہے، ایک جدید مقدمہ کا اضافہ کیا ہے، جس میں اسلام پر ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے نظر کی ہے، اور دو بالکل جدید ابواب خلافت راشدہ و تصوف اسلامی کے عنوان سے اضافہ کئے ہیں، امید ہے انگریزی تعلیم یافتہ احباب اسکی کافی قدر کریں گے۔

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ سنکرت لٹریچر کانفرنس کا سالانہ جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا، اس سے قبل چہ سالانہ جلسے ہو چکے ہیں، اسکے صدر نشین ہندو کالج دہلی کے سنکرت پروفیسر پنڈت ہرن رائن شاستری دوپاسا گرتھے، ہندوستان کے ہر گوشہ سے علماء سنکرت جمع ہوئے تھے، متعدد عالمانہ خطبات پڑھے گئے، مختلف لسانی و علمی مباحث

مذکرہ مباحثہ رہا، اور آئندہ کے لئے نظام عمل یہ تجویز پایا کہ ایک سنکرت رسالہ جاری کیا جائے، ایک سنکرت یونیورسٹی قائم کی جائے، اور دہلی میں ایک عظیم الشان سنکرت کتب خانہ کھولا جائے، کانفرنس کے آئندہ اجلاس کے لئے دعوت نامہ متعدد مقامات سے آئے لیکن منظوری پنڈت مالوی جی کے دعوت نامہ متعلق بنارس کو دیکھی۔

سنکرت کے متعلق ہمیشہ یہ سنتے آئے تھے کہ وہ ایک مردہ زبان ہے، ہمارے مغربی اساتذہ بھی اس قول کی تائید کرتے رہے تھے، لیکن آج یہی ”مردہ“ اپنی زندگی کا یوں ثبوت دے رہا ہے، اسکے مقابلہ میں ایک ”ہماری“ مقدس زبان ہے، جس میں ہمارا صحیفہ آسمانی نازل ہوا ہے، جو ہماری تاریخ و قومی روایات کی حامل ہے، جسے دنیا میں لاکھوں افراد بولتے اور شاید کروڑوں سمجھتے ہیں، جس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بکثرت جاری ہے، جس میں متعدد اخبارات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں، اور جسکے پرستاروں میں عرب، مصر، شام، عراق، طرابلس، و ہندوستان کے علاوہ بھی چند ممالک کی بڑی آبادیاں شامل ہیں، سوال یہ ہے کہ اس ”زندہ“ زبان کے زندہ رکھنے میں ہماری کوششوں کو بھی کچھ دخل ہے؟ انسان پر ذمہ داری صرف اسکی کوششوں سے متعلق عاید ہوتی ہے، اس سے سوال صرف اسکی جدوجہد، سعی و کادش کی بابت کیا جائیگا، کسی شے کا خارجی اسباب و اتفاقی حالات کی بنا پر زندہ و محفوظ رہ جانا ہرگز اسے اسکے فرائض سے سبکدوش نہیں کر سکتا، شام کے عیسائی اسلئے عربی بولتے ہیں کہ یہ انکی مادری زبان ہے، مصر کے قطبی اسلئے عربی میں تالیف و اشاعت کا کام کرتے ہیں کہ اسپر مجبور ہیں، ان حالات سے ہمارے فرائض ہم سے کیونکر ساقط ہو سکتے ہیں؟

ہندوستان میں چشم بد دور امتداد اسلامی در سگا ہیں قدیم و جدید دونوں نمونوں کی مدت سے قائم ہیں، لیکن دنیا کو علم نہیں کہ اتناک ان اسلامی در سگا ہوں نے اس اسلامی زبان کی کس قدر خدمات انجام دی ہیں، مذہب، دیوبند، فرنگی محل، نظامیہ (دکن) سے زیادہ اسلامی علوم والہ کی خدمتگاری کا دعویٰ کسکو ہو سکتا ہے، لیکن کیا ان کے ارباب حل و عقد اپنی دیانت و ضمیر کا احترام ملحوظ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے ام المائے کی کسی مقول حد تک خدمات انجام دی ہیں؟ علی گڑھ کالج بے شبہ سالہا سال سے ادبیات و لسانیات عرب کی تحصیل و تحقیق کا اشتہار دے رہا ہے، لیکن کاش اس پوست کے اندر مغربی ہوتا ہے دیکھ ایک دکن کے دائرۃ المعارف کا نام لیا جاسکتا ہے جس نے ایک زمانہ میں متعدد مفید و نادر کتب عربیہ کی طبع و اشاعت کا کام کیا تھا، لیکن اب ایک مدت سے یہ زمرہ کریم الاصلینہ خود مردہ ہو گیا ہے۔ ع

دیکھا کہ وہ ملنا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

یورپ میں انتقاد اور ریویو نگاری ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتا ہے، معزز اخبارات و رسائل اپنے مخصوص ریویو نگار رکھتے ہیں، جو اس کام کا اگر نقد و معادضہ پاتے رہتے ہیں، صد اہل قلم ایسے ہیں جو بجائے تصنیف و تالیف، مضامین نگاری کے اپنا وقت تمام تر اسی شغل انتقاد میں صرف کرتے ہیں، کتابوں کی مقبولیت و عدم مقبولیت علی العموم انہیں تنقید و اچھے یا بُرے ہونے کے مناسب رہتی ہے، اور اکثر مصنفین کا مستقبل انہیں تنقید نگاروں کے اظہار رائے پر موقوف ہوتا ہے، اس بنا پر یورپ کے علمی حلقوں میں انتقاد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اتناک بار ہا مصنف کو ریویو نگار کی ناراضگی کا شکار ہو جانا پڑتا تھا اور

بریت کی کوئی صورت نہ بن پڑتی تھی، لیکن حال میں بعض فریج مصنفین نے قانون کی مدد سے اپنے بچاؤ کی ایک انوکھی تدبیر نکال لی ہے، فریج قانون میں ایک دفعہ ہے جس کا منشا یہ ہے کہ جس شخص پر پریس میں کوئی حملہ یا اعتراض شائع ہوا وہ اسی پر پہ میں مساوی جگہ لیکر اس کا جواب چھپوا سکتا ہے، اور اشتہار کی شرح پر اجرت دیکر اس کی دگنی جگہ اپنے جواب کے لئے لے سکتا ہے، چند ماہ ہوئے دو فریج انشاپر دازوں نے ایک لاطینی ڈراما کا فریج ترجمہ شائع کیا، اسپر پریس کے ایک نہایت ممتاز علمی رسالہ میں سخت مخالفت نہ ہو سکا، انترجیمین نے ریویو کا جواب لکھ کر بھیجا مگر ایڈیٹر نے اس کے اندراج سے انکار کر دیا، اسپر مترجمین نے قانون کی مذکورہ بالا دفعہ سے فائدہ اٹھا کر ایڈیٹر پر دعویٰ دائر کر دیا، وکیل سرکار نے مدعا علیہ کی حمایت کی اور کہا کہ واضعاً قانون کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ اس کا اطلاق ادبی و علمی تنقیدوں پر بھی ہوگا، بلکہ اس کا دائرہ صرف ذاتی حلقوں اور شخصی اعتراضات تک محدود تھا، لیکن عدالت نے مدعی کے خیال سے اتفاق کیا، اور مدعا علیہ کے خلاف مصارف مقدمہ کی دگری دیکریہ فیصلہ صادر کیا کہ جیتا کہ رسالہ جواب نہ شائع کریگا، اس کی ہر اشاعت پر ایک سو فرانک جرمانہ ہوتا رہیگا، فریج و انگریزی اخبارات و رسائل عموماً اس فیصلہ سے سخت ناخوش ہیں۔

متمدن، شائستہ و مہذب مغرب میں عورت کی عظمت و عصمت کا جو معیار قائم ہے، اس کے تفصیلی تذکرہ کی غلاظت کے متحمل تو معارف کے صفحات یقیناً نہیں ہو سکتے، البتہ اجمالاً ہمارے مغرب پرست احباب کو یہ سن لینا چاہیے کہ اب خود اہل مغرب بھی مقدمات طلاق کی کثرت سے تنگ آگئے ہیں، اس وقت ولایتی اخبارات و رسائل میں شکل ہی سے ایسے چند پرچے نکلیں گے جو اس شرمناک داستان سے خالی ہوں، علی العموم صورت یہ ہوتی ہے کہ

کی پارلیمنٹ میں یہ تحریک زور و شور سے پیش ہوئی ہے، اور محکمہ نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ چونکہ اسقاط کا رد ایج تائین کے رد کے نہیں رک سکتا، اور اسکا دستور قانون کے علی الرغم برابر قائم ہے، اسلئے اسکو جائز کر دینا چاہیے تاکہ مستند و مشہور ڈاکٹر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ انگلستان کے بعض اخبارات اس خبر کو بہ صدر شک و حسرت اپنے کالموں میں جگہ دے رہے ہیں کہ ترقی، شائستگی، و روشن خیالی کے اس جدید ترین مظاہرہ کا شرف تقدم انکے ملک کو کیوں نہ حاصل ہوا!

یہ ہے ان قوموں کی اخلاقی زندگی جو ترکی حرم پر ہمیشہ مضحکہ کرتی رہتی ہیں، جو تعدد ازواج پر طعنہ زن رہتی ہیں، جنکے اہل قلم حقوق نسوان کی پر زور و کالت کرتے رہتے ہیں، اور جنکے نزدیک مشرقیوں کے نیم متمدن و نیم شائستہ ہونے کی ایک مستحکم دلیل یہ ہے کہ یہ عورت کے مرتبہ کے لائق اسکی عزت و تکریم نہیں کرتے! خیر اہل مغرب اپنے افعال کے خود ذمہ دار ہیں، ہم صرف ان پر تاسف کر سکتے ہیں، باقی ان کے اعمال کی پاداش خود

انہیں کو ہنگامہ پڑ گئی من اھتدای فانما یھتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیھا ولا تزدوا ذر ذر

لیکن عبرت کا مقام ہے کہ مغرب کی دنیوی حکومت دماوی تفوق سے متاثر و مرعوب ہو کر مشرقی دہان کے ہر عیب کو بہتر سمجھنے لگتا ہے، اور انکے قبائح و فضائح کو فضائل و کمالات قرار دینے لگتا ہے، حالانکہ اس دنیوی حکومت اور مادی تفوق کی ظاہری چمک دمک کا بھی جو انجام ہونے والا ہے وہ کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں و جعلنہم ائمة یدعون الی اللاد یوم القیمة لا ینصرون و اتبعنہم فی ہذا الدنیا لئن لم یوم القیمة ہم من المقبوحین، اس قوم کو ہم نے سردار بنایا تھا مگر ایسی سردار کہ جب تک دنیا میں رہی، خلقت کو دوزخ کی

پہلے طرفین کے انتہائی اظہار محبت و عشق کے بعد شادی ہوتی ہے مگر اسکے چند ہی ماہ یا سال کے بعد شوہر کو بیوی کی دفا داری پر اعتماد نہیں رہتا، وہ اسکی بد چلنی کے واقعات دیکھتا ہے اور عدالت میں ان کا ثبوت پیش کر کے طلاق چاہتا ہے، بیویاں اکثر مقدمات میں خندہ پیشانی سے اقبال جرم کرتی ہیں، اور عدالت افتراق کا حکم سنا دیتی ہے، تازہ اعداد کے بموجب لندن کی عدالتوں میں فروری کی تاریخ تک سال گذشتہ میں طلاق کے ۱۵۴۲ مقدمات دائر تھے، اس تاریخ تک سال ردان میں ۲۲۵۹ مقدمات دائر ہو چکے ہیں، جینن سے ۲۱۰۳ مقدمات میں مدعا علیہا کو اپنی بد چلنی کا اقبال ہے، ایک پادری صاحب نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا ہے کہ سلسلہ میں انگلستان میں طلاقوں کی جو تعداد تھی سلسلہ میں اسکی پوری چہ گنی ہو گئی ہے، انہیں پادری صاحب کی روایت کے بموجب امریکہ اس باب میں انگلستان سے بھی بہت آگے ہے، وہاں ہر سال طلاقوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہوتی ہے! اس صورت حال سے پریشان ہو کر اخبارات مضامین لکھ رہے ہیں اور اہل سیاست مسودات قانون پیش کر رہے ہیں۔

یہ نمونہ شادی شدہ خواتین کی عصمت شکاری کا تھا، بن بیا ہیوں کی حالت اس سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ ان مقدس کنوار یوں کے پاس اخفائے جرم کا بہترین ذریعہ اسقاط تھا، لیکن مشکل یہ ہے کہ قانون نے اسے جرم قرار دے رکھا ہے، اس دور حریت میں دور استبداد و اداہام کی یہ یادگار کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟ چنانچہ چند سال پہلے سوئٹزر لینڈ کی مجالس وضع قوانین کے سامنے یہ تحریک پیش ہوئی تھی کہ اسقاط کو قانوناً جائز کر دیا جائے لیکن ناکام رہی، اب ترکیو سلوویکیا کی جدید سلطنت (جو اسٹریا و روس کی سرحد پر قائم ہوئی ہے)

طرف بلاتی رہی، اور قیامت کے روز سرداری کیا معنی کہیں سے اُسے مدد تک تو ملے گی
ہیں، اور ہم نے اسی دنیا میں اُنکے پیچھے پٹکار لگا دی ہے، اور قیامت کے دن تو اُن کا
برا حال ہوتا ہی ہے۔

یہ اسی دماغی غلامی و مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر مغربی آواز کے مطابق اپنے جامہ
ہستی میں قطع و برید کرنے پر آمادہ رہتے ہیں، ہم نے پٹھا لہ آنکی ترقی کار از آنکی ریلون تار یون
گھڑیوں، کلون مین ہے، اور جہٹ یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ ہماری قوم بھی کسی زمانہ میں
اختراع آلات میں کسی سے پیچھے نہ تھی، ہم نے دیکھا کہ "صاحب" اور "محم صاحب" دونوں
ساتھ ساتھ باہر پھرتے رہتے ہیں، اور مٹا ہم نے اپنے ہان کی کتابوں سے دکھا دینا چاہا کہ
پردہ کی رسم ہماری شریعت کے بالکل خلاف ہے، ہم نے سنا کہ یورپ میں ایک وقت میں ایک ہی
بیوی رکھنے کا رواج ہے، اور ہم فوراً اس امر کے ثبوت کے درپے ہو گئے کہ اسلام میں تعدد
ازواج تقریباً حرام ہے، ہماری ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ عقبنی تو جیسی برباد ہوئی، ہوئی، ہم
تو یہ ہے کہ دنیا بھی ہاتھ نہ آئی، ہم نے اس لوہے مستوق کے قدموں پر اپنی قومیت، اپنی عقل،
اپنی غیرت، اپنی خودداری، اپنا مذہب، اپنا طریق معاشرت سب کچھ نثار کر دیا، اسپر بھی وہ حکم نرن
کسی طرح راضی نہیں ہوتا بلکہ کشیدگی اور بڑبڑاتی ہے، اور بیگانگی و عنایت تو تھی ہی، اب اسپر
بے غیرت و بے ننگ و ناموس ہونے کے طعنہ اور سنے پڑتے ہیں، بیچارہ مشرقی حسرت کے
ساتھ پکارا ہوتا ہے۔

لودہ بھی کہتے ہیں کہ تو بے ننگ نام ہر
یہ جانتا اگر تو لٹا تا نہ گھر کہ بین

احمد اللہ کہ عثمانیہ یونیورسٹی (جیدر آباد دکن) نے بارہ آوری شروع کر دی، میٹرکولیشن
کے امتحانات تو کئی سال سے ہو رہے تھے، اس سال انٹر میڈیٹ کا بھی پہلا امتحان لیا گیا جسکے
نتائج اسی مہینہ میں انگریزی دار و اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان نتائج میں جہانتاک ظاہری پھلو کا تعلق ہے، ہندوستان کی عام یونیورسٹیوں کو
دیکھتے ہوئے دو باتوں میں نمایاں ترقی ہے، ایک تو یہ کہ نتیجہ جلد ظاہر ہو گیا، اد اُل مئی میں امتحانات
ختم ہوئے تھے، اور غالباً اد اُل جون ہی میں طلبہ کو اپنے مستقبل کے بارہ میں کمیونٹی حاصل ہو گئی
ہوئی، دوسرے یہ کہ انٹر میڈیٹ میں کامیاب طلبہ کا تناسب نہایت ہی حوصلہ افزا ہے، یعنی
۱۱۶ میں صرف ۲۸ ناکام رہے، ان ۲۸ میں بھی ۱۳۳ وہ ہیں جو خانگی (پرائیوٹ) طور سے شریک
ہوئے تھے، اور کالج کی تعلیم سے استفادہ نہیں کیا تھا، البتہ میٹرکولیشن میں خانگی طور سے شریک
ہونے والے امیدواروں کو نکال کر بھی کامیابوں کا تناسب (۳۳/۵۵) فیصدی ہے۔ جسکے
اسباب کی تحقیق و اصلاح یقیناً یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کی توجہ کی طالب ہے، ۷۶ طلبہ
میں (گو ان میں خانگی شریک بھی شامل ہیں) ۵۹ کم کافیل ہو جانا قطعاً ایک قتل عام ہے۔

امتحان، نصاب تعلیم اور طرز تعلیم وغیرہ میں اگرچہ عثمانیہ یونیورسٹی سروسٹ (شاید بعض عارضی
اصلاح کی بنا پر) دیگر ہندوستانی یونیورسٹیوں ہی کے ناقص نظام کی پیروی کر رہی ہے لیکن
دریہ تعلیم اجنبی زبان کے بجائے ملکی زبان کو قرار دینا اسپر اس یونیورسٹی کی بنیاد ہے، ہمارے
یونیورسٹیوں کی تاریخ میں ایک ایسا اہم صہلاحی قدم ہے جسکی بنا پر تمام ملک کی نگاہیں اسکی جانب
لگی ہوئی ہیں، اسلئے اگر نتائج امتحان کے ساتھ اُن نتائج کی بھی جو اداری زبان میں تعلیم دینے سے
تجربہ میں آئے ہوئے ایک مختصر رپورٹ شامل ہوتی تو مناسب تھا۔

ایک اور بڑی کمی علی الموم ہندوستانی یونیورسٹیوں میں یہ ہے کہ خود ہندوستانی و مشرقی علوم دالہ کے ساتھ غایت بے انتہائی برتی جاتی ہے، عثمانیہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان کے ساتھ اختیاری مضامین کی جو فہرست ہر کو موصول ہوئی ہے، وہ خود بھی اگرچہ اس نقطہ نظر سے نہایت ہی مایوس کن ہے، تاہم تالیف اسلام اور دکنی زبانوں (تنگلی امرہٹی، کنٹری) کے نام اس میں نظر آتے ہیں جو دوسری یونیورسٹیوں (الامات، اللہ) کی فہرست مضامین میں نہیں ملے گی۔ تالیف اسلام لینے والے طلبہ کی تعداد بھی خاصی ہے یعنی ۲۱۔ البتہ عربی اور سنسکرت لینے والوں کا اوسط وہی ہے جو کم و بیش دوسرے کالجوں میں رہتا ہے یعنی علی الترتیب ۸ اور ۱۰۔

یادش بخیر غالباً اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی نے ایک مستقل شعبہ مشرقی کے قیام کا اعلان کیا تھا جس کے عملی نام بھی شاید سرکاری گزٹ میں شائع ہو گئے تھے لیکن پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا کہ یہ شعبہ کہاں تک اپنے وجود کو حق بجانب ثابت کر رہا ہے۔

مقالہ

خواتین اسلام

(۲)

(از مولوی عبدالرحمن منوی نگرانی)

فضائل مخصوصہ عام مفسرین حسب اس باہمی تفاضل کا ذکر کرتے ہیں تو نبوت، خلافت، قضا وغیرہ مردوں کے بہت سے فضائل شمار کرتے ہیں خلافت اور قضا وغیرہ کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ علما خود اس میں مختلف ہیں، مسئلہ نبوت کی تحقیق ہم ایک خاص عنوان کے تحت میں لکھیں گے، خواتین اسلام کے تفنن طبع کے لئے ہم ان کے دو ایک مخصوص فضائل بیان درج کرتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو کہ جسطح مردوں کو بہت سی خصوصیات کا شرف حاصل ہو اسی طرح ان کا دامن بھی چند ایسے فضائل و اختصاصات سے بھرا ہوا ہے جن کا تعلق خود روحی ذہا صلم کی ذات اقدس و اکرم سے ہے ہم اپنے معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ مردوں میں سے کوئی شخص ان فضائل کا مدعی نہیں بن سکتا ہے، حضور رسالت پناہ تمام عالم کے لئے رحمت تھے، جسطح آپ نے ہم تک ایسا مقدس و برتر کلام پہنچایا جو ہمارے روحانی امراض کا طبیب اور قلبی کمزوریوں کا دافع ہے۔ اسی طرح خدا سے ذوا بجلال نے امراض جسمانی کے دفیہ کی تدبیریں اور ان کے ادویہ بھی حضور کی رسالت سے ہر کوئی تائید اور آنحضرت صلم جسطح روحانی حکیم تھے اسی طرح جسمانی طبیب بھی تھے، احادیث میں بہت سی شکایات کے لئے لوگوں کو حضور نے آیات و ادویہ تعلیم فرمائے ہیں، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت سے اہل غرض و رہبر ہیں آتے اور آپ ان کے لئے دعا و شفا فرماتے یا کلام مجید کی

کچھ آیتیں بتلا دیتے، یہ سب کچھ بتا لیکن کیا کبھی یہ بھی ہوا کہ خود حضور پر کسی نے کچھ پڑھ کر دم کیا ہو اور آیات اس سے بالکل ساکت ہیں لیکن اس فضیلت کی ادعا کا حق جنس لطیف کو ہی کہ اسکے ایک فرد نے حضور کی تعلیم کے مطابق کلام مجید کی آیات پڑھ کر آپ پر دم کی ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت کے زمانہ میں معوذتین اقل اعوذ برب الفلق اقل اعوذ برب الناس ہ) پڑھ کر دم کرتے تھے، لیکن جب مرض کا اشتداد ہوا تو یہ کام میں بجالاتی تھی، حدیث میں لکے الفاظ یہ ہیں کُنْتُ اَقْلْتُ عَلَیْہِ یَحْن (میں معوذتین) پڑھ کر آپ پر دم کرتی (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۵۴)

سرور کائنات کی وفات ایک عورت کی گود میں ہوئی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں فیض اللہ نفسہ بن سحری دخی بن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب ازواج مطہرات کے مقابلہ میں اپنے فضائل بیان فرماتی ہیں تو اسکو بھی شمار کرتی ہیں، لیکن آج اس فخر سے جنس لطیف کو فخر ہے، کیا کوئی مرد بھی اس کا مدعی ہو سکتا ہے، سرور کائنات نے معاملات (بیع و شراء وغیرہ) میں خصوصیت سے کیسی وکالت نہیں فرمائی، لیکن جنس لطیف کو یہ شرف حاصل ہے کیونکہ حضور نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ کے وکیل کی حیثیت سے ملک شام میں تجارت فرمائی، ہم نے ابتداء میں کہہ دیا ہے کہ اس قسم کے شخصی فضائل فی الحقیقت تفوق اور تفاضل کا سبب نہیں بن سکتے لیکن کیا کیا جائے کہ طبائع کا عام میدان اسی طرف ہے، اور اسی قسم کے خصائص کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ہم نے چند سطرین محض خواتین کی دلچسپی کے لئے لکھ دی ہیں۔

نقصان عقل حکومت نساء | اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ناقصات عقل "میں شمار کیا ہے، آپ صادق و مصدوق تھے، آپ کے فرمان

دارشاد سے انحراف کرنا انتہا درجہ کی بدبختی اور کم لہجیسی ہے، الاریب وہ خدا کے سچے پیغمبر تھے وہ دنیا کو خزانہ ربانی کی کنجی آخری مرتبہ سوچنے کے لئے آئے تھے، وہ صرف اسی لئے مبعوث ہوئے تھے کہ توحید کی دعوت اور رب العالمین کا آخری پیغام دنیا کو سنائیں وہ جس شریعت کو لیکر آئے تھے وہ تہذیب و تمدن کا آخری قانون ہے وہ عدالت و انصاف کی ایک میزان ہے حمین ہر ایک کے اعمال بنیر رعایت تو لے جاتے ہیں، پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے عورتوں کو اس درجہ ذلیل اور خوار بتایا ہوگا اور آپ نے انکے نقصان عقل کی یہ تعبیر کی ہوگی کہ آج لوگ بآواز بلند کہتے ہیں کہ عورتوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دو کہ وہ ناقص العقل میں کہیں مذہب نہ تبدیل کر دیں، انکو خود اپنے علوم سے نہ پہرہ دو کر دیکھیں وہ گہر کا کاروبار نہ چھوڑ بیٹھیں حاشا وکلا آپ کے فرمان کا یہ مقصود نہیں، جن اہل نظر کے سامنے نقصان عقل کی پوری حدیث موجود ہے اور حضور کے قضایا و فتاویٰ سے کافی واقفیت رکھتے ہیں انکے متعلق کبھی یہ شہادت نہیں دیکھتے، دیکھو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ک پاس یہودی عورتیں آتی ہیں، بیٹھتی ہیں، بولتی چالتی ہیں، انہیں حضور منع نہیں فرماتے، اور اگر آج علوم و فنون سیکھنے کے لئے غیر قوم کی عورتوں کے ساتھ نشست و برخاست ہو تو وہ ممنوعات میں شمار کیجائے، ہاں یہ خود تمہاری غلطی ہے کہ اپنی اولاد کو اس قسم کی پختہ مذہبی تعلیم نہ دو کہ وہ در اسی تحریک میں اپنا دین و ایمان کھو بیٹھیں۔

بہر حال ہمارے زیر بحث تو اس وقت عورتوں کے ناقص العقل ہونے کی بحث ہے، پہلے ہم بخاری سے وہ پوری حدیث نقل کرتے ہیں جس حضور اقدس نے عورتوں کو ناقص العقل بتایا ہے پھر اسکی تفصیل کریں گے اصل حدیث یہ ہے ما رأت من ناقصات عقل و دین اذ ھب للرب الرجل الحازم من احد لکن قلن وھا نقصان عقلنا

و دیننا یا رسول اللہ قال ایس شہادۃ المرأتہ مثل نصف شہادۃ الرجل قلن بلی قال
 قتالک من نقصا عقلها ایس اذا حاضمت لم تصل ولم تصم فذا لک من نقصان دینھا
 یعنی بین نے تم سے زیادہ بادی وجود ناقص العقل والدین ہونے کے مردوں کو مدہوش کر دینا
 کسی کو بہین دیکھا، عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہے
 آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر بہین ہے، انھوں نے
 عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا یہ نقصان عقل ہے، پھر ارشاد ہوا کیا ایام مخصوصہ میں عورتوں کو
 نماز اور روزہ کی حائلت بہین ہے، یہ نقصان دین ہے، اس حدیث کے الفاظ صاف
 اور ظاہر ہیں، حضور نے نقصان عقل کے متعلق کوئی ایسا عام لفظ بہین استعمال فرمایا جس سے
 ہر معاملہ میں ناقص العقل ہونے پر استناد لایا جاسکے، اگر عورتوں کے متعلق تمام معاملات میں
 یہی حکم ہوتا تو حضور کو ان مسائل کی تخصیص کی کوئی حاجت نہ تھی، شہادت کے مخصوص
 معاملہ میں عورتوں کا ناقص العقل ہونا بالکل فطرت کے مطابق ہے، انکی نظر عموماً گہرے جزئی
 معاملات میں مصروف رہتی ہے، وہ رفیق القلب ہوتی ہیں، اسلئے لڑائی جھگڑوں پر کامل غور
 و فکر بہین کرتی ہیں بلکہ ان کا زیادہ وقت اکثر ان واقعات سے اتر لینے میں صرف ہو جاتا ہے
 اسلئے اگر انکی شہادت کا اعتبار کیا جائے تو معاملہ کا تصفیہ بخوبی ہوا، شاہ ولی اللہ صاحب نے
 موطا کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ شریعت میں دو عورتوں کی شہادت کو اسلئے ایک مرد کے
 برابر قرار دیا گیا ہے کہ عورتوں کا حافظہ عموماً کمزور ہوتا ہے، دو عورتوں کی شہادت کو ملا دیا گیا
 تاکہ ایک دوسرے کو واقعات کے بتلانے میں مدد دے اور شہادت مکمل ہو جائے خود
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی ایسی کو بتلاتا ہے، اکثر ان معاملات میں جبکہ تعلق خاص
 عورتوں سے ہے اس تعداد کی شرط بہین قرار دی ہے، بلکہ ایک ہی عورت کی شہادت پر

فیصلہ فرمادیا ہے، چنانچہ عقبہ بن حارث کا واقعہ بخاری میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک
 عورت سے نکاح کرنا چاہا، ایک دوسری عورت نے اگر بیان کیا کہ میں نے تم دونوں کو
 دودھ پلایا ہے چونکہ تعداد کامل نہ تھی اسلئے اسے معتبر نہ سمجھ کر تحقیق مسئلہ کی غرض سے مدنیہ منورہ
 میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کیف وقد قیل کیسے جائز ہوگا جبکہ اس مسئلہ میں قیل و قال
 ہو چکی ظاہر ہے کہ اگر ہر معاملہ میں عورتیں ناقص العقل ہوتیں تو حضور اس مقام پر یہ فیصلہ
 کیوں فرماتے، اس ارشاد میں آپ نے عورتوں کی فنیات کا ایک خاص طور پر ذکر کیا ہے
 اور ایک عجیب قوت کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ابتداء فرمان کا انداز بیان خود اسکا
 شاہد ہے آپ نے فرمایا ہے کہ بادی وجود ناقص العقل ہونے کے مردوں کو مدہوش کرنے والا
 عورتوں سے زیادہ کوئی بہین، یہ اسی کمال کی طرف اشارہ ہے جہیں انسان اپنے
 مدارج انسانیہ کے مکمل کرنے میں عورت کا محتاج ہے اور یہ اشارہ ہمارے اس
 بیان کی تصدیق ہے کہ عورت انسانیت کی مکمل کرنیوالی مخلوق ہے، آنحضرت نے ان خاص
 معاملات میں عورتوں کے نقصان عقل کی توضیح فرمائی تھی، موجودہ لوگوں نے ان معانی کو
 یہاں تک وسعت دی، لیکن اصل یہ ہے کہ یہ عرب کے تمام انداز کلام کے بالکل خلاف ہے
 دیکھو خداوند کریم نے جہان انسانوں کی متغیر اور متبدل اور غیر مستقل حالات کی تصویر کھینچی ہے
 وہاں ارشاد ہوا ہے کہ انسان میوس کفور یعنی وہ ناامید ہونے والا اور ناشکر ہے کیا
 اگر اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ کہے کہ انسان کو شکر اور امید سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیے
 کیونکہ خدا نے اسے میوس و کفور کہا ہے تو ان کا یہ قول قابل تسلیم ہوگا، ہرگز بہین، کیونکہ
 یہ باقی کلام کا تقاضا ہے کہ جب اسکی ناشکری کی تصویر کھینچی گئی تو اسکو میوس و کفور کہا
 جانا ضروری ہے، اسی طرح آنحضرت نے جہان بعض معاملات میں عورتوں کو ناقص العقل

والدین بتایا ہے، وہاں ان الفاظ کا استعمال ضروری تھا، اسکا یہ مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر معاملہ میں ناقص العقل ہے، اگر ایسا ہوتا تو حضور اسے دنیا کی بہترین پونجی نہ فرماتے۔
 بعض لوگ ایک اور استدلال پیش کرتے ہیں کہ عورتیں چونکہ ناقص العقل ہیں اسی لئے شارع نے انکو حکومت سے محروم رکھا، اس دعویٰ پر یہ حدیث استدلال پیش کیجاتی ہے،
 لَنْ يَخْلُقَ قَوْمٌ وَلَوْ امْرُؤًا (وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنا دالی ایک عورت کو بنایا) یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث دیکھنے سے واقعیت معلوم ہوتی ہے
 نسائی میں یہ روایت ان الفاظ میں مذکور ہے عن ابی بکرؓ لما هلك كسرى قال من
 استخلفوا قالوا بنوہ قال لن يخلق قوما ولوا مرهم اموات (نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۵)
 یہ حقیقت میں اس عظیم الشان فتح کی پیشین گوئی تھی جو مسلمانوں کو ملک ایران میں حاصل
 ہوئی تھی، ورنہ اگر محض عورتوں کو حکومت سے محروم کرنا تھا تو شیردان کے جانشین کے
 متعلق آپ کین سوال فرماتے۔

عورتوں کی نبوت یہ ایک عجیب و غریب مسئلہ ہے اور اسلئے زیادہ دلچسپ ہے کہ عام طور پر
 اسکا انکار کیا جاتا ہے، لیکن ہم اسکا اثبات کرنا چاہتے ہیں، عورتوں کے نقصان عقل پر ایک
 بہت بڑی دلیل یہ بھی قائم کیجاتی ہے کہ انکو منصب نبوت سے محروم رکھا گیا ہے، یہ خیال
 اب اسقدر عام ہو گیا ہے کہ شاید شکل فیصدی ایک شخص بھی ایسا لے جو ایک لمحہ کے لئے
 بھی عورتوں کی نبوت کا تصور کر سکے، واقعہ یہ ہے کہ یہ کیقدر جرات کی بات ہے لیکن ساتھ
 ہی یہ بھی کقدر حیرت انگیز امر ہے کہ عورتوں کو اس زبردست منصب سے محروم رکھا جائے
 متقدمین میں علامہ ابن حزم ہمارے اس خیال کے موید ہیں، جو نہ صرف علوم دینیہ (فقہ
 و حدیث) کے ایک زبردست ماہر تھے بلکہ فلسفہ و معقولات کے بھی متبحر فاضل تھے۔

خدا کی طرف سے جو لوگ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتے ہیں انکی دو قسم ہیں
 ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں اور ان پر کتابیں نازل ہوتی ہیں، انہیں صہطلاح
 میں رسول کہا جاتا ہے، اور دوسرے وہ جو صاحب کتاب تو نہیں ہوتے لیکن خداوند تعالیٰ
 کے مقدس رسول (فرشتے) انکے پاس آتے تھے اور مختلف مواقع پر ہدایات اور تعلیمات
 دیجاتے تھے، یہ لوگ نبی کہلاتے ہیں، اور اپنے مابین رسول کے پابند ہوتے ہیں، قرآن
 مجید میں بعض عورتوں کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن سے انکی نبوت
 کا پتہ چلتا ہے، اور چونکہ انکی عدم نبوت پر کوئی نص صریح موجود نہیں ہے، اور قرآن نیز بعض
 نصوص سے اسکی طرف اشارہ ہوتا ہے، اسلئے یہ دعویٰ صحیح ہے کہ عورتیں منصب نبوت سے
 بھی شرف یاب ہوئی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں حضرت مریم کا قصہ مختلف مقاموں پر مذکور
 اور تقریباً ہر مقام پر ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے انکی نبوت کا ثبوت ملتا ہے ایک مقام پر
 ارشاد ہے اذ قالت الملكة يا مريم ان الله اصطفاك وطهرك واصطفاك على نساء العالمین
 فرشتوں نے کہا اے مریم خدا نے تھیں برگزیدہ بنایا، پاک کیا اور تمام عالم کی عورتوں پر
 ترجیح دی، اصطفا (برگزیدہ کرنا) کا لفظ اکثر انبیاء کے لئے مستعمل ہوا ہے، ایک دوسرے
 موقع پر جب حضرت مریم اپنے مکان کے گوشہ میں غسل کے لئے گئیں اور انہیں ایک صوت
 نظر آئی، جب انھوں نے اعتراض کیا تو اس نے (فرشتہ نے) جواب میں کہا انا رسول
 ربک میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں، کیا اس نوعیت سے ملائکہ عامہ مخلوق کے پاس بھی
 آتے ہیں، ایک اور موقع پر کہا فامسلنا الیہا ورحنا ہم نے انکے پاس اپنی روح (جبریل)
 کو بھیجا، کیا یہ تصریحات اثبات نبوت کے لئے کافی نہیں ہیں، ایسے ہی حضرت موسیٰ کی والدہ
 کے لئے وحی کا لفظ بولا گیا ہے، حضرت مریم کے متعلق ایک اور شہادت بھی موجود ہے کہ

سورہ مریم کے شروع میں اکثر انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کے متعلق ارشاد ہے واذکر فی الکتاب (کتاب میں دیکھو) اس ذیل میں حضرت زکریا، حضرت ابراہیم حضرت ادریس تمام انبیاء کا ذکر آیا ہے پھر اگر مریم نبیہ نہ ہئیں تو انہیں خاص ان الفاظ کے ساتھ تذکرہ انبیاء کے ذیل میں ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

علامہ ابن حزم کی رائے حسب ذیل ہے۔

فاما ام موسیٰ وام عیسیٰ وام اسحق فالقہ ان قد جاء بمخاطبة الملكة لبعضهن بالوحی والی بعض منهن عن الله عز وجل بالابناء بما لکون قبل ان یكون وهذه النبوة نفسها التي لا نبوة غیرها فصحت نبوتهن بنصل لقان (دیکھو ملل و نخل جلد ۱)

یعنی ام موسیٰ، ام عیسیٰ، ام اسحق، قرآن مجید میں ان میں سے بعض کے ساتھ ملائکہ کا خطاب بتایا گیا ہے جو یک گونہ وحی ہے اور بعض کو خداے عزوجل نے آئینہ واقعات سے قبل وقوع خبردار کر دیا اور نبوت میں بھی ہوتا ہے اسلئے یہ کہنا درست ہے کہ انکی نبوت قرآن سے ثابت ہے، (اور جب یہ ثابت ہے تو یہ محض غلط ہے کہ عورتیں منصب نبوت سے محروم رہی گئی ہیں،

عورتوں کا ثبات اسلام پر یہاں تک ہم نے جو کچھ بھی لکھا وہ ان مذہبی مباحث کی چند اشارے تھے، جو جنس لطیف کے متعلق عام طور سے مشہور کئے جاتے ہیں، اب ہم اس تصویر کا تاریخی رخ بھی پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ یہ نازک مخلوق بھی تاریخ کے ہر معرکہ مصائب و آلام کی ہر آزمائش میں مردوں کے دوش بدوش رہی ہے، ابتداء اسلام میں اگر مردوں نے اپنے عزیز دین کو ترک کیا تو عورتوں نے بھی ان کا ساتھ دیا، اگر وہ منکرین کے مقابلہ میں تیغ بکف ہوئے تو انھوں نے بھی مردانگی اور شجاعت کی داد دی۔ اگر خدا کے

پیارے بندوں (مردوں) نے اسکے سچے مذہب کی خاطر اپنی عزیز جانوں سے دریغ نہیں کیا تو صنف نازک نے بھی اسکے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی، اگر انھوں نے سخت سے سخت مصیبتیں اٹھائیں اور اللہ احد کے لئے بلند کئے تو انھوں نے بھی زیرِ خبر ہی پیغام سنایا۔

اصل یہ ہے کہ وہ مقدس نفوس جنکے مردہ تنوں میں صور اسلام کے پہلے لفظ سے روح پھونکی گئی وہ خداوندی آزمائش میں سب سے پہلے اترنے والوں میں ہیں انہیں جن تکالیف اور شدا ید کا مقابلہ کرنا پڑا کسی نبی اور داعی کے حواریں کو ان مشکلات کا سامنا نہیں ہوا اور اسی کا ثمرہ تھا کہ خداے قدوس نے انہیں اپنی ساری زمین کا واحد خلیفہ بنا دیا لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس شرف کے تنہا مستحق مرد ہیں، بلکہ عورتوں نے بھی خدا کی راہ میں وہی نمونہ ثبات اور وہی جوش و استقلال دکھلایا جو مردوں کی طرف سے ظاہر ہوا اور ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو جنس لطیف کو بہت سی سابقات و اولیات کا فخر بھی حاصل ہے جنکا تذکرہ اولیات نساء میں یہ تفصیل آئیگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا عجیب و غریب واقعہ انکے سیر میں بطویل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، غور کرو حضرت عمر جیسا جری شخص رسالت پناہ کے قتل کے ارادے باہر نکلا ہے تلوار گلے میں حائل ہے، راستہ میں ایک شخص ملا، پوچھا کہاں جاتے ہو، حضرت عمر نے کہا مدعی نبوت کے قتل کا ارادہ ہے، اُس نے کہا پہلے گھر کی خبرنا لو پھر دوسرے کی خبر لینا، یہ انکی بہن کے اسلام کی طرف اشارہ تھا، آپ بہن کے گھر گئے، پھوڑی سی گفتگو کے بعد بہنوں کو مارنا شروع کیا، انکے چھڑانے کے لئے بہن دوڑیں، لیکن جوش غضب نے انکا کچھ بھی لحاظ نہ کیا وہ بھی چوٹ کھا گئیں، چہرہ خون سے سرخ ہو گیا، کپڑے آلودہ ہو گئے، لیکن آخری جملہ جو اس شجاع اور بہادر عورت کی زبان سے نکلا یہی تھا کہ عمر! جو کچھ چاہو کرو یہ وہ نشہ

ہیں جسے ترشی اتار دے، جب یہ گردن خدا کے احکام و قوانین کے طوق میں آگئی تو وہ علحدہ نہیں کیجا سکتی (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۹)

ببینہ حضرت عمر کی ایک لونڈی بتیں انکے اسلام لانے سے قبل مسلمان ہو گئی بتیں حضرت عمر کا یہ حال تھا کہ انہیں مارنا شروع کرتے، مارتے مارتے تھک جاتے تو بیٹھ جاتے اور ان سے کہتے ذرا سستا لون تو اور مارو ننگا، لیکن اس قوی القلب عورت کا جوش لائق حیرت ہے، یہ جواب دیتیں کہ اے آقا اگر تم اسلام نہ لائے تو معبود حقیقی بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کریگا۔ اس جوش کے ساتھ یہ توکل بھی دیکھو کہ وہ اس دنیا دی اذیت کو برداشت کرتی بتیں اور انہیں یقین تھا کہ نعم حقیقی ان سے اگر وہ اسلام نہ لائے تو انتقام لیگا۔

بنو مخزوم کی ایک لونڈی جنکا نام زبیرہ تھا بدر اسلام میں ایمان لائیں، قریشیوں نے انکو ممکن سے ممکن تکلیف پہنچائی، ان تکالیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ انکی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی، ابو جہل ان سے کہا کرتا تھا زبیرہ! دیکھ لات دعویٰ (بتوں کے نام) کے غضب سے ایسا ہو گیا۔ تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑا اور انھوں نے تم کو اندھا بنا دیا۔ انھوں نے جواب دیا یہ بے حس و حرکت مٹی کے تو دے اور ہاتھ کی گڑھی ہوئی مور تین کیا جان سکتی ہیں کہ انکی کون باطل پرستی پر اتنا قائم ہے اور کون حق کا مطیع ہو گیا، پھر جنکو یہ علم نہیں وہ عذاب و ثواب کیا دیکھتے ہیں، آنکھوں سے معذور ہو جانا ایک امر خداوندی ہے اگر اسکی مشیت بخود پھر میری آنکھوں کی روشنی کو واپس کر سکتا ہے، چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ پھر اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴)

انہیں خواتین میں جو آغاز اسلام میں اسلام سے مشرف ہوئیں، حمہ نامی بھی ایک خاتون بتیں، یہ ایک قریشی کی خادمہ بتیں وہ انہیں شکنجہ میں کس دیتا اور کہا نا پینا بند کر دیتا

ان مصائب کے باوجود بھی انہوں نے اپنے سچے دین سے اعراض نہیں کیا حضرت ابو بکر نے زرفد یہ دیکر آزاد کرادیا۔

ام حبیبہ بنت ابی سفیان جب اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئیں تو ان کے شوہر (عبداللہ) نصرانی ہو گئے لیکن انہوں نے اسلام کو ترک نہیں کیا۔

خواتین اسلام! یہ چند نظیرین جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں انہیں غور سے پڑھیے اور اندازہ کیجئے کہ یہ اسوقت کے واقعات ہیں جب اسلام کا کوئی حامی نہ تھا، فقر و فاقہ کا زور تھا مال و دولت کی کمی تھی، ہاں انکے پہلو میں ایک مضبوط دل تھا جس نے انہیں ان سب مصائب کے برداشت کرنے پر آمادہ کیا اور انہیں تاریخ میں ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا پس اب آپ کا فرض ہے کہ اسلامی احکام میں اسی طرح پختگی، استقلال، عزم اور ثبات پیدا کیجئے کہ تاریخ آپکی یادگاروں سے پُر ہو، اور مسلمانوں کی اس نکتہ اور پستی کا خاتمہ ہو۔

احکام اسلام کی پابندی | یہ وہ واقعات ہیں جنہیں خواتین کو قبول اسلام پر سخت سے سخت مصائب اٹھانا پڑے مگر انکے پاسے ثبوت کو لغزش نہیں ہوئی، اب چند واقعات اس قسم کے نقل کئے جاتے ہیں جنہیں دکھایا جائیگا کہ خواتین اسلام نے اپنے مقدس مذہب کے احکام کی پابندی میں کیسے زبردست استقلال کا ثبوت دیا ہے، اور انکے مقابلہ میں اپنے فطرتی جذبات کو رام و سائش کو کس طرح نظر انداز کیا ہے۔

شریعت میں حکم ہے کہ کسی کی موت پر نوحہ نہ ہو اگر بیان نہ چاک کیا جائے، بدن نہ نوچا جائے، جزع و فزع کی بجائے صبر سے کام لینا چاہیے، عرب میں ان کا کثرت سے رواج تھا، یہاں تک کہ سردار اور شیوخ قبائل اپنی موت پر گریہ و زاری کرنے کے لئے خاص طور پر دھینیں کرتے تھے، ہمارے ہندوستان میں اس حکم کی نافرمانی بڑی شد و مد سے

جاری ہے حالانکہ اسلام اسکی شدید ممانعت کرتا ہے۔

ام سلمہ ایک بہت بڑی صحابیہ گزری ہیں انکے شوہر کا نام ابو طلحہ تھا، ایک بار ان کا چھوٹا بیٹا ابو عمیر سخت بیمار ہوا، اتفاق سے ابو طلحہ ایک روز کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئے اس اثنا میں ابو عمیر کا انتقال ہو گیا، انکی ماں احکام کی بڑی پابند اور قوانین مذہب کی ترویج میں بہت سخت تھیں، فوراً انکی لاش کو ایک مقام پر چھپا دیا، جب ابو طلحہ گھر واپس آئے تو پچھا ابو عمیر کیسا ہے، ام سلمہ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ بالکل سکون ہے، ہتھوڑی دیر بھر کر پھر کہا کہ پڑوس میں ایک شخص نے مجھے ایک چیز عاریتاً لی تھی اب میں اس سے طلب کرتی ہوں تو وہ ناخوش ہوتا ہے، انہوں نے کہا پڑوسی کی یہ حرکت عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے، اب ام سلمہ نے اس راز کو فاش کیا اور ابو عمیر کے انتقال کی خبر دی، پھر اس طرح تسکین دی کہ دیکھو یہ ایک خدا کی امانت تھی جو ہمارے سپرد تھی جب اسکی طرف سے بیک اجل آیا تو ہمیں بلاچون و چرا یہ امانت سپرد کر دینی چاہیے، اب اگر تم جزع فزع اور گریہ و زاری کر دگے تو اسی پڑوسی کی طرح یہ حرکت جاوہ انصاف سے ہٹ جائیگی، میں نے تم سے کہا تھا کہ بالکل سکون ہو گیا، اس سے مجھ پر جھوٹ کا الزام نہ لگانا کہ انسان کے لئے موت سے زیادہ اور کونسی ساعت اطمینان کی ہوگی، ابو طلحہ نے یہ قصہ دربار رسالت میں عرض کیا، حضور نے بہت سرت ظاہر فرمائی، اس قصہ سے خاص طور پر خوابین کو نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ ان کے لئے اس میں عبرت و بصیرت کا ایک ذخیرہ ہے، اور پھر انہیں ہندوستان کی رسم جزع و فزع کا استیصال نہایت سرگرمی سے کرنا چاہیے، ام سلمہ کے اور بہت سے سبق آموز واقعات ہیں جنکا تذکرہ انشاء اللہ مختلف عنوانوں کے تحت میں آئیگا۔

ایک بار حضور نے ارشاد فرمایا لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ أَنْ تَكُونَنَّ مِنَ الْيَوْمِ الْآخِرِ

عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ يَلَا عَلَى الرَّوْحِ فَإِنَّهَا تَحْذَرُ عَلَيْهَا كَمَا بَعَثَ أَشْهَدُ كَيْسِي مَسْلَمَانِ عَوْرَتِ كَيْسِي لَمْ يَكُنْ يَحْذَرُ بَيْنِي هِيَ كَيْسِي مَرْدَةٍ بِرَتَيْنِ دِنٍ سَيَّادَهُ سَوَكِ كَرِي، شوہر اس سے مستثنیٰ ہیں کہ اسکا سوگ چار مہینہ تک کیا جائیگا، اس زمانہ میں اس قسم کے جزئیات کا کون کا ظ کرنا ہے، لوگ عذر کرتے ہیں کہ اعزاد و اقربا کی موت پر کیسے ہو سکتا ہے کہ برسوں بہنیں تو کم سے کم مہینوں تک بھی ان کا سوگ نہ کیا جائے، رنگے کپڑے نہ استعمال کئے جائیں، بہر حال اسلامی قانون اسکی اجازت بہنیں دیتا، ام المومنین ام حبیبہ کے والد ابو سفیان کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے تیسرے ہی دن رنگ مٹا کر استعمال کیا، اور فرمایا کہ اگر میں نے حضور کی زبان فیض ترجمان سے یہ حکم نہ سنا ہوتا تو مجھے ایسا کوئی کوئی جانت نہ تھی، دیکھو ام المومنین کے والد کا انتقال ہو گیا، ہندوستان کی رسموں کے مطابق کم سے کم سال بھر تک اس قسم کی مسرت کا اظہار نہ کرنا چاہیے تھا، لیکن محض اس خیال سے کہ رسالت پناہ کا فرمان ہے انہوں نے تیسرے ہی دن اپنے والد کی صف ماتم الٹ دی۔

معاذ عدویہ، ایک بار بیمار ہوئے لوگوں نے بنیذا بحر علاج میں تجویز کیا، دوا لائی گئی، انہوں نے اسکا پیالہ اپنے سامنے رکھ کر کہا کہ خداوند! اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اس کی ممانعت کی حدیث نہ روایت کی ہوتی تو میں اسکا استعمال کرتی، یہ لکھ دو ا کا پیالہ ڈھلکا دیا، اور خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہو گئیں۔

دوا کے لئے ممنوعات کا استعمال اگرچہ شریعت نے جائز رکھا ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ اسکے سوا کوئی دوسری دوا موجود نہ ہو،

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب کا گزر ایک مجذوم عورت پر ہوا، آپ نے اس سے شارع عام پر بیٹھنے سے منع فرمایا تاکہ عام راہگیروں کو تکلیف نہ ہو، امیر المومنین کی وفات کے

بعد ایک شخص اسکے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا منہ کرینو لادفات پاگیا اس نے جواب دیا
ماکت لا طبعہ حیا واعصیہ میتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نے زندگی میں تو ان کی
اطاعت کی اور اب وفات کے بعد ان کے حکم کی خلاف ورزی کر دوں۔ (مصطفیٰ شریعہ ص ۱۸۸)
دیکھو اس دانشمند عورت نے کس طرح نفاق کو دور کیا کہ اطاعت شعاری کا اصل مفہوم
یہ ہے کہ ظاہر باطن اکٹھے اچھے ہر حالت میں متابعت پیش نظر ہے، ان چند مثالوں سے
 واضح ہو گیا کہ مذہبی احکام کی پابندی میں عورتوں نے کس درجہ مستعدی ظاہر کی اور ان
 احکام کے مقابلہ میں ملک کی رسم و رواج وغیرہ کو پامال کیا۔

مسلمان عورتوں کا ایشار جملہ ان تمام خصائص میں جو قرون اولیٰ کے مقدس نفوس میں موجود
 تھے عورتیں مردوں کے ہم پائین، اسی طرح اس وصف میں بھی ان کا قدم کہیں پیچھے نہیں ہٹا۔
 یہ وصف اس عہد کے خصوصیات میں سے ہے، قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے،
 ویثرون علی الغنم وادکان ہم خصاصہ وہ لوگ ایشار کرتے ہیں اگرچہ انہیں کسی قسم کی
 اذیت ہی کیون نہ ہو، اس راہ میں صنف نازک نے بعض وہ دشوار منزلیں طے کی ہیں کہ
 جسکی نظیر مردوں میں مشکل مل سکتی ہے، اولاد کے محبت کے لئے عورتیں مشہور ہیں لیکن داعی
 اسلام اور اپنے بچے مذہب کی خاطر انھوں نے اپنی اولاد کو نہایت فراخ دلی کے ساتھ نذر
 کیا ہے، ام سلمہ جبکہ قصہ تم اوپر پڑھ آئی ہو نہایت تنگدست بہنیں جب رسالت پناہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں تو ہر شخص نے بقدر وسعت خدمت
 اقدس میں تحائف پیش کئے کہ یہ دن ان کے لئے سب سے بڑی مسرت اور شادمانی کا تھا،
 کیونکہ دنیا کی سب سے بڑا اور بہتر نعمت آج انکی سرزمین میں ظاہر ہوئی تھی اور رسالت کا
 اقتباس مدینہ کی گہائیوں میں طالع ہوا تھا، یہی وہ مبارک دن ہے جبکہ فرط مسرت سے

تمام مدینہ حضور کے استقبال کو آمند آیا تھا، لڑکیاں جہوم جہوم کر پڑھتی بہتیں۔

طلع البدر من ثنات الوداع وحبت الشکر علینا ما دعا للہ داع
(تنبیہ دواع سے آج بدر طلوع ہوا جسکا شکر یہ ہم سب پر واجب ہے)

بہر حال ام سلیم بھی کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتی بہنیں لیکن تنگدستی سے مجبور بہنیں بالآخر
 اپنے صغیر السن بچے انس کو لا کر حضور کے سپرد کر دیا کہ اسکو نذر کرتی ہوں، خدمت میں رکھئے
 اور اسکے لئے درازی عمر و کثرت مال کی دعا فرمائیے، حضور نے آپکا یہ تحفہ بطیب خاطر
 قبول فرمایا اور حضرت انس کے لئے دعا فرمائی، یہ حضرت انس دہی بن جھون نے دس
 برس تک حضور کی خدمت کی، اکیسویں برس تک زندہ رہے، اور حضرت عمر کے عہد
 خلافت میں بصرہ کی حکومت پر فائز ہوئے۔ کیا مذہب کے لئے اس سے بھی زیادہ کسی
 ایشار کی حاجت ہے کہ ایک غریب عورت نے اپنے جگر گوشہ اور نخت دل کو دواعی
 اسلام کے نذر کر دیا۔

سنازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یوم احد کو ایک خاص شہرت حاصل ہے،
 یہ جنگ مختلف حیثیتوں سے مسلمانوں کے لئے ایک بڑی آزمائش تھی، مسلمانوں کے مشہور
 سردار اور عرب کے نامی پہلوان حضرت حمزہ نے اسی جنگ میں جام شہادت نوش
 فرمایا، ہند بنت عتبہ کے غلام وحشی نے انہیں نیزہ مار کر شہید کیا، اور اسی نے جنگ یمامہ میں
 سیکہ کذاب کو تہ تیغ کیا، اسکا یہ فقرہ بہت مشہور ہے کہ احد میں ایک ایسے شخص کو مارا جو سب
 بہتر تھا اور یمامہ کی لڑائی میں اسکو قتل کیا جو بدترین خلائق تھا۔

ہند بنت عتبہ نے سید الشہداء (حضرت حمزہ) کا منہ کیا یعنی کلیجہ نکال کر چھپایا،
 اور مختلف اعضا کو بدن سے جدا کر دیا، ایسا غم انگیز اور حسرت افزا عالم تھا کہ انسان اس میں

بے اختیاری سے بے اختیار ہو جاتا، اسی لئے آپ نے منع فرمادیا تھا کہ حضرت صفیہ (آپ کی پھوپھی) لاش کو نہ کیٹنے پائین در نہ ان سے ضبط شکل سے ہوگا، جب حضرت صفیہ کو خبر ہوئی اور وہ اپنے بہائی کی لاش دیکھنے آئیں تو ان کے بیٹے زبیر (حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد بنوی سنایا، لیکن حضرت صفیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بہائی حمزہ کا مثل کیا گیا ہے مجھے کیون روکتے ہو، حالانکہ کسی شخص کا خدا کی راہ میں اس طرح سے قربان ہونا ایک معمولی بات ہے، اس زمانہ کی عورتیں ہوتیں تو شور و شیون نالہ و فریاد سے آسمان چلنی کر دیتیں لیکن اس شیر دل عورت کے جبین پر بل تک نہ آیا، اسلام کی شان ہی یہی کہ راہ خدا میں جو مصیبت اور اذیت دی جائے اسے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا جائے، ع انچہ از دوست می رسد نیکوست۔

ایک انصاریہ کے تمام اعدا و اقربا ایک جنگ میں شہید کر ڈالے گئے، لوگوں نے انہیں خبر پہنچائی لیکن ان کا پہلا سوال یہ ہوا کہ حضور بجزیرت ہیں، لوگوں نے جب آپ کی بعافیت ہونے کا مشورہ سنایا تو خوشی سے پہولی نہ سمائیں اور کہا کہ جب بنی اکرم صلعم بجزیرت ہیں تو ایسی ہزار جاہلین ان پر قربان کیجا سکتی ہیں، اسی طرح جب آنحضرت صلعم جنگ احد سے صحیح و سلامت مدینہ منورہ تشریف لائے کیونکہ دوران جنگ میں حضور کو متعدد زخم لگے تھے، تو سعد بن معاذ سردار انصار کی والدہ کبشہ بنت رافع دوڑتی ہوئی آئیں اور قدموں پر گر پڑیں پھر حضور سے عرض کیا کہ آپ کی صحت اور سلامتی کے آگے سب چیزیں پیچ ہیں، ام سلمہ نے اپنے شوہر کا ہر نفس بسلے معاف کر دیا تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، ان واقعات میں حضرت اسماء بنت ابی بکر کا واقعہ بہت دلچسپ ہے، جب رسالت پناہ نے مکہ سے ہجرت کا قصد کیا تو حضرت ابوبکر کے یہاں آپ کے لئے ناشتہ تیار کیا گیا، عجلت میں ناشتہ

باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی تھی، حضرت اسماء نے فوراً اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر دیئے ایک سے ناشتہ باندھا اور ایک خود باندھا، اس تاریخ سے ان کا لقب ذوالنطاقین ہو گیا، یہ خاتون بڑی بہادر اور جوان مرد ہتین، عبد اللہ بن زبیر انہیں کے لطن سے تھے، ان سب سے بڑھ کر وہ عظیم الشان اشیاء جو اہمات المؤمنین اور ازواج مطہرات نے ظاہر فرمایا، بعض ازواج نے حضور سے کچھ فرمائشیں کی ہیں، اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا النبی قل لا یزواجکم ان کنتن تدون الحیاۃ الدنیا و ذینہا فقل لعلن متعلکن واسرکن علیہا جلیلہ وان کنتن تدون اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للحنات منکن اجر عظیمًا اسے بنی تم اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر وہ حیات دنیاوی اور متاع فانیہ کی خواہشمند ہیں تو آؤ میں تمہیں دون اور پھر چھوڑ دوں، لیکن اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کی خواہش رکھتے ہو تو یاد رکھو کہ خدا کے دربار میں اس کے لئے ثواب جزیل ہے، یہ امتحان کا بہت ہی سخت موقع تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہلے آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اس کے جواب میں عجلت کی کوئی حاجت نہیں ہے، والدین سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دوا اس کے بعد آپ نے واقعہ کی تشریح فرمائی، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ان معاملات میں والدین سے مشورہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے، میں نے خدا اور رسول کو اختیار کیا، اسی طرح حضور اور ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے حضرت عائشہ کے واقعہ کو بیان فرمایا، سب نے انکی تائید کی، اس مایہ نازش مسلمان کے اس صحیح ارشاد کے بعد کیا ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ جنس لطیف کے افراد نے بھی اسلام کی تاریخ میں اپنے اشیاء کی بے نظیر اور عظیم المثال نمونہ بادگار چھوڑے ہیں، یہ تو ازواج مطہرات کی کیفیت تھی، عام عورتیں بھی اسکا ہر موقع پر لحاظ

اگر ہستی بہتین چنانچہ سعیرہ اسدیہ نے ایک بار حضور کی خدمت میں کسی مرض کی شکایت کی اور دعا سے صحت کے لئے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو میں تمہارے لئے دعا کروں اور تم اچھی ہو جاؤ لیکن اگر تم صبر و سکون سے کام لو تو خدا تمہیں اجر عظیم دیگا، انہوں نے فوراً عرض کیا کہ میں "اجر اللہ" کو اختیار کرتی ہوں۔

آنحضرت کی ایک پہوپہی کا نام اردنی تھا، انکے ایک بیٹے کا نام طلیب تھا، وہ اسلام لائے تو ابو جہل اور دیگر سرداران قریش نے انکو ستونوں میں باندھ باندھ کر مارا، لوگوں نے انکی مان سے اگر کہا کہ اگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت نہ کرنے تو ایسا ہوتا، لیکن انہوں نے کبھی ان شکایتوں پر کان نہیں دہرا بلکہ فخریہ کہا کرتی بہتین، خیرایامہ یومہ ندب عن ابن خالہ (اسکاسب سے بہتر دن وہی ہے جبکہ وہ اپنے مامون زادہین کی حمایت کرتا ہے۔

ان تمام روایات پر نظر ڈالو اور غور کرو کہ کیا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ عورتیں اس وصف میں نہ صرف مردوں کے دوش بدوش ہیں بلکہ کہیں کہیں انکے قدم آگے بڑھے ہیں، زمانہ حال کی خواتین کو ان واقعات پر نظر اثر سے غور کرنا چاہیے، کہ جہلج انکے اسلاف نے دین کی خدمت اور مذہبی حمیت میں اس طرح ایشیا سے کام لیا، اسی طرح انہیں اپنی قوم کی ترقی اور ڈوبتی ہوئی کشتی کو اچھالنے میں اپنی دماغی جسمانی قوت ایسے جوش و خروش سے صرف کرنا چاہیے اور قومی خدمات میں اپنے مال و دولت کا ایک کثیر حصہ صرف کر کے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اب بھی ہم دینی حرارت اور حمایت قوم کا وہی جوش موج زن ہے۔

نعم المولیٰ ونعم النصیر

مذہب اور دینی مذہب کی محبت اور غفلت اور پر کے صفحات میں تم پڑھو آئے ہو کہ عورتوں نے کس قدر اعلیٰ

کے ساتھ اپنے جان و مال کو اسلام پر قربان کر دیا، عنوان بالا میں بھی بہتین دہی تصویر نظر آئیگی، لیکن رنگ و ڈھنگ، تراش و خراش، لباس انداز بنیا اور جداگانہ ہو گا تم دیکھو گے کہ جس مقام پر مذہب اور کسی فانی چیز کا مقابلہ آگیا ہے تو انہوں نے نہایت لاپرواہی کے ساتھ اس چیز کو ہٹ کر دیا، اور مذہب کے حکم کو اپنے سینوں سے لگایا، جب انکے خاص اعضاء و اقربا نے پیغمبر اسلام کا مقابلہ کرنا چاہا اور اسکے لئے اپنے نسبی رشتوں اور قرابتوں کو شفیع لائے تو انہوں نے نہایت بے باکی سے اسے مسترد کر دیا اور روحی فداہ جملہ کی عزت و عظمت کے برقرار رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

ابوسفیان ابو جہل کے بعد قوم قریش کے سردار مقرر ہوئے تھے، انکی بیٹی رملہ یعنی حضرت ام حبیبہ ازواج مطہرات میں داخل بہتین، حدیبیہ میں جو معاہدہ صلح قریش اور مسلمانوں میں مرتب ہوا تھا، اہل مکہ نے اسے برقرار نہیں رکھا، خدا کا یہ نور روز بروز بڑھتا جاتا تھا، اور مسلمانوں کی شان و شوکت میں روز بروز ترقی ہوتی تھی، ابوسفیان کو خوف ہوا کہ شاید مسلمان موقع پا کر حملہ کر دیں، اسلئے دوبارہ عہد مصماحت تازہ کرنے کیلئے وہ خود مدینہ منورہ آیا، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، غرض ایک ایک کر کے تمام صحابہ سے ملا، لیکن اسکی حمایت کے لئے کون آمادہ ہوتا، سب نے بالاتفاق انکار کر دیا وہ چاہتا تھا کہ اسکا کوئی حامی ہو تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر شاید ایک مسلمان کی سفارش کا برآری کے لئے نافع اور سودمند ہو، ہوتے ہوتے خیال آیا کہ خود میری بیٹی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے، اگر میں اسکے پاس جاؤں تو شاید پدرانہ محبت جوش میں آئے اور یہ کام پورا ہو جائے، اس ارادہ سے وہ حضرت ام حبیبہ کے گھر چلا، اب تم خود فیصلہ کرو کہ برسوں کا چھٹا ہوا باپ بیٹی سے ملنے کے لئے جارہا ہے، باپ کو جان کا خوف ہی

اور اسی لئے وہ بیٹی کے گھر جاتا ہے کہ اسکی سہیلی سے دوبارہ مصالحت ہو جائے، اس صورت میں بیٹی کا کیا فرض ہوگا، سہیلی اور ظاہری محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ دوڑ کر باپ سے لپٹ جائے، فرض محبت سے روتے روتے ہچکیاں بندھ جائیں، اسکی خاطر تواضع میں تن، امن، ادھن، سب سچ دے، یہ بھی ملحوظ رکھو کہ ابوسفیان اس لشکر کے سردار ہیں جو رسالت پناہ کی جان کا خواہاں اور خون کا پیاسا تھا، وہ ان لوگوں میں تھا جنکی اذیت دی سے پیغمبر عرب صلعم نے اپنے وطن کو خیر باد کہا، بہر حال ابوسفیان ام حبیبہ کے گھر پہنچے، سامنے ایک بستر لگا ہوا تھا، ام حبیبہ نے باپ کی تعظیم و توقیر کے بجائے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس بستر کو الٹ دیا، ابوسفیان کو یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی، سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تم میرے باپ ضرور ہو، لیکن افسوس کہ کفر کی آلائش سے ملوث ہو اور یہ بستر رسالت پناہ کا ہے جو شخص شرک کی نجاست سے آلودہ ہو وہ پیغمبر برحق کے پچھلے بیٹھے کا حق نہیں رکھتا،

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا تھا جب وہ اپنے بہن کے اسلام لانے کی خبر سن کر اٹکے گھر گئے، اور کلام مجید کا وہ ٹکڑا ان سے طلب کیا جو حضرت خباب ان کو تعلیم کر رہے تھے، تو انکی بہن نے جواب دیا کہ اگر تم اس صحیفے کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہو تو جلد غسل کر آؤ کہ یہ کلام خداوندی ہے اسکی تعظیم و تکریم لازمی ہے، جب حضور کی وفات ہوئی تو ام ایمن زار زار روتی بہتیں، حضرت انس نے کہا کہ کیوں روتی ہو (موت تو ہر ایک کے لئے ہے) ام ایمن نے کہا میں اسلئے بہنیں روتی کہ رسالت پناہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بلکہ میں اسلئے مضطرب ہوں کہ آج دنیا سے سلسلہ وحی ختم ہو گیا، اعزاء و اقربا کی موت کا صدمہ کہ درجہ شدید ہوتا ہے لیکن دیکھو مسلمان خواتین نے مذہب کا

ان موقعوں پر بھی کتنا سچا ظاہر کیا، شہدائے بدر کی خبر جب مدینہ میں آئی تو بہت سے گھر ماتمکہ بنے ہوئے تھے، لیکن حارث بن سراقہ کی مان نے کہا کہ جب تک حضور تشریف لادیں، میں اپنے بیٹے کی موت کا غم نہیں کر سکتی۔ میں آپ سے پوچھو گئی کہ وہ اپنے اعمال کی بدولت جنت کا مستحق ہے یا عذاب خداوندی کا حقدار، اگر اس نے خدا کی خوشنودی حاصل کی تو اسکے لئے رد مانہ چاہیئے، کہ یہی اسکے حیات صالحہ اور اعمال حسنہ کا ثمرہ ہے، اور اگر وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوا تو بیشک رد مانہ چاہیئے کہ اپنی دائمی زندگی کو برباد کر دیا۔ مذہب کی محبت اور دین کی عظمت کا اس سے بڑھکر اور کیا نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے شوہر اور بیوی کے تعلقات کتنے گہرے ہوتے ہیں، خواتین اسلام کی مذہبی محبت ان پر بھی غالب آئی اور اس مضبوط رشتہ کو بھی توڑ دیا، اسود عسی نے جب دعوی نبوت کیا اور اسلامی فوجوں نے اسکا محاصرہ کیا تو مناسب طریقہ سے حملہ کرنے کی صورت اسکی بیوی نے بتائی اور اسی کی امداد سے وہ قتل ہوا۔ آج ہمارے ملک میں کس قدر عورتیں اپنے مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتی ہیں، اور وہ اس مستحکم اور مضبوط تعلق کو کہاں تک واقعی طور پر سمجھتی ہیں، جو انکے اور شریعت کے درمیان میں قائم ہے، کسی حکم شرعی کے متعلق ان سے پوچھو تو یہی جواب دیں گی کہ حکم خدا ہے (شواذ کا کچھ اعتبار نہیں) لیکن اس زمانہ کی عورتیں جانتی بہتیں کہ ہمارے مذہب کی کیا نوعیت ہے، وہ اس سے خوب واقف بہتیں کہ شریعت ہمارے لئے سہولت اور آسانی بہم پہنچاتی ہے کہ دشواریوں اور مشکلات کا ایک ذخیرہ ہے، انہیں اسکا علم تھا کہ خدا نے ہمارے لئے جو قانون مرتب کیا ہے وہ ہماری مصلحت کے موافق اور رحمت سے باہر ہوگا، چنانچہ ایشیم بنت رفیقہ نے جب حضور سے بیعت کا شرف حاصل کیا ہے تو احکام اور ان امور کی تعلیم کے بعد حبیر بیعت

لی جاتی تھی، آپ نے فرمایا انا استطعن اطلاق ان تمام احکام میں وسعت اور طاقت شرط ہے، ایمہ نے فوراً عرض کیا اللہ ورسولہ ارحم بنا منّا الخ اور اسکا رسول ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے، یہ جملہ شریعت غزاکا لب لباب اور پیغمبر خدا کی تلقین الدین یسوی (دین مجموعہ سہولت ہے) کی تشریح ہے، اور قرآن مجید کی اس آیت کی صدا سے بازگشت ہے، یرید اللہ یلم الیسر ولا یرید یکم العسر (خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے وقت کا خوابانہ بین) ایمہ کے جواب کی تفصیل یوں سمجھو کہ روحی فداہ صلعم نے گو یہ کلمہ اپنے متبعین کی تسلی و تشفی کے لئے فرمایا ہے، لیکن ہمیں اسکی کوئی حاجت نہ تھی اسلئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا سے برتر و توانا نے ہمارے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہیں اور اس کے مقدس رسول کے پاک ارشادات کا خیر رحمت و رافت ہے، اعمال و وظائف کی تلقین میں انھوں نے ہماری وسعت اور طاقت کا بہتر سے بہتر اندازہ کر لیا ہے، اسی طرح ایک اور موقع پر چند عورتیں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں، ایک عورت کے ہاتھ میں سونے کے انگلیں تھیں، حضور اس سے کچھ کبیدہ خاطر ہوئے، اس نے فوراً مجمع سے باہر آکر ہاتھوں سے انگلیں نکال کر پینکریئے، اور پھر اگر شرف بیعت حاصل کیا (سونے کا استعمال کرنا عورتوں کیلئے جائز ہے لیکن آنحضرت صلعم کی کبیدگی کا باعث یہ ہوا کہ شرط بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں تمام مال اپنی تمام دولت راہ خدا میں بیدریغ صرف کر دیں گی) مکہ میں جب قریش کا سلسلہ اذیت زیادہ بڑھ گیا تو آپ کچھ دنوں کے لئے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں دعوت اسلام اور تبلیغ مذہب کا کام انجام دین، لیکن طائف والوں کی بدسلوکی اہل مکہ سے بھی بڑھ گئی، حضور کے پیچھے کتے چھوڑے جاتے تھے، بچوں کو سکا ہوا دیا گیا تھا کہ یہ مجنون ہے (نور بالہدین) اسے پھرون اور ڈھیلون سے زخمی کر دیا، اس حالت میں رقیقہ نامی ایک عورت نے

آپ کی ممانداری کی، اور خدا کے مقدس زمرہ (اسلام) میں داخل ہوئی، چند سطور پہلے حارث بن سراقہ کی مان کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، اسی نوعیت کا ایک اور حیرت افزا واقعہ دیکھو اور غور کرو کہ جنس لطیف کو مذہب کے جام محبت نے کیسا سرشار بنا دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (سوتیلی لڑکی) حضرت زینب کے دو بیٹے یوم حرہ میں مارے گئے، حرہ کی لڑائی خود آپس کے مسلمانوں میں ہوئی تھی، جس میں کثرت سے صحابہ شہید ہوئے تھے، ان دونوں کی لاشیں جب انکے سامنے لائی گئیں تو اسلامی تعلیم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پر ہلک کر کہا کہ ان میں سے ایک تو گوشہ نشین تھا اسے جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا دوسرے نے مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی اور مارا گیا، اسلئے مجھے پہلے کی نسبت دوسرے کی موت کا زیادہ غم ہے، کیونکہ خوف ہے کہ اسکا انجام بخیر نہیں ہوا، ام کلثوم بنت عقیقہ بن ابی معیط تنہا مکہ سے اپنے والدین کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے چلی آئیں، وہ کونسی کشش تھی جو انہیں کہنچ لائی، اسکا جواب بجز اس کے اور کیا دیا جاسکتا ہے کہ مذہب اور داعی مذہب کی محبت۔

اسی الفت مذہبی اور عظمت ملی کا نتیجہ تھا کہ عورتیں نہایت آزادی کے ساتھ فریضہ اموال المعروف اور غنی عن المنک کے ادا کرنے میں کام لیتیں، ایک بار حضرت عمر مسجد سے نکلے ایک عورت نے راستہ میں اگر سلام کیا اور کہا کہ اے عمر میں اسوقت سے جانتی ہوں جب تم کو سوق عکاظ میں لوگ عمیر عمیر کہہ کر پکارتے تھے، آج تم امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے حاکم ہو، دیکھو رعایا اور محکومین کے معاملات میں خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے قہر و غضب سے خوف کہاتے رہو۔

سمر بنت ذہبک ہاتھ میں کوڑا لیکر نکلتی تھیں اور جبکہ خلاف شریعت کام کرتے

دیکھتیں اسے تازیانہ سے تنبیہ کرتیں۔

یہی وہ چیز ہے جسکی ہم مسلمانوں میں اب کمی ہے، کیا مبارک تہادہ زمانہ جب بہادر اور شیردل عورتیں معاملات حق میں برسرِ راہ امیر المومنین کو لوگ دیتیں اور وہ سر تسلیم خم کر دیتے، اور کیسے مقدس تھے وہ ایام جبکہ ہماری مائیں اور بہنیں امیر بالمعرف و نخی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتیں، تعباً عجبا لفنون الدھ و ریلا الزمان عورتوں کی جنگی خدمات جنس لطیف نے فن حرب میں جو کمال پیدا کیا، میدان جنگ میں جو نمایان کام کئے، اعدائے اسلام کے مقابلہ میں جس جوش و خروش سے نبرد آزما کی، تاریخ کے صفحات اس سے رنگین ہیں، بہت سی مثالیں ایسی ملیں گی جس میں فی الحقیقت فتح کا ہر عورتوں کی مردانگی اور شجاعت کو دیا جاسکتا ہے، ان کے نیزے ہمیشہ بلند رہے ہیں، اور انکی تلواریں ہر معرکہ میں اپنی کاٹ دکھلاتی تھیں، عورتوں نے خدا کی راہ میں نہ صرف گردنیں کٹوائیں بلکہ وہ جنگ کے تمام لوازمات میں مدد اور اعانت کرتی ہیں، زخمیوں کی ساخت پر داخت، مریضوں کی نگہداشت، سپاہیوں کا کھانا پکانا، پانی پلانا یہ تمام کام بڑی بڑی صحابیات اور اکثر اوقات خود ازواج مطہرات انجام دیتی ہیں۔ یوم احد میں میدان حرب کو جاتے وقت حضور نے تمام عورتوں کو حضرت حسان بن ثابت کے گدھے نامکان میں بھجوا دیا تھا، اور خود حضرت حسان انکی حفاظت پر متعین تھے، مدینہ منورہ میں یہودی آباد تھے، اتفاقاً ایک یہودی تفتیش حالات کی غرض سے وہاں آگیا، حضرت صفیہ نے حسان بن ثابت سے اس کے دور کرنے کے لئے کہا مگر انھوں نے جرات بہنیں کی اسلئے وہ خود ایک لکڑی لیکر آگے بڑھیں اور اسی سے مار مار کر اس یہودی کا کام تمام کر دیا، جنگ احد میں پہلے مسلمانوں کے شکست کے آثار نمودار ہوئے

کچھ لوگ ہباگ بھی گئے، جوش کے عالم میں عورتیں مدینہ سے میدان جنگ کے چل کھڑی ہوئیں، انہی میں صفیہ بھی تھیں، ایک نیزہ لیکر مجاہدین کی صف میں گھس گئیں، لوگوں کو تنبیہ کرتیں اور جہاد کی ترغیب دیتی تھیں۔

اسی لڑائی میں ابن قیسہ نامی ایک شخص لڑکارتا ہوا نکلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں، اگر آج میں نے ان کا خاتمہ نہ کر دیا تو مجھے موت نصیب ہو (نور بالندمہ) مصعب بن عمیر اور بہت سے صحابہ حضور کے سینہ سپر ہو گئے، اس جماعت میں ام عمارہ نامی ایک عورت بھی شامل تھیں، یہ خاتون اتنا درجہ کی بہادر اور دلیر تھیں، عین حالت جنگ میں اپنی پیٹھ پر مشک لادے لادے پھرتی تھیں، اور پیاسوں کو سیراب کرتی تھیں، اس لڑائی میں انکے بارہ زخم لگے تھے، اسکے بعد عہد خلافت صدیق میں جب میلہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی، اس میں بھی ام عمارہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے، حتیٰ کہ ان کا ایک ہاتھ اسی جنگ میں کٹ گیا، علاوہ اسکے گیارہ زخم بدن کے اور حصوں میں لگے تھے، (ابن سعد جزوہ صفحہ ۳۰) کعبہ زخمیوں کی پرداخت کرتی تھیں، انکے لئے مسجد میں شفاخانہ قائم کیا گیا تھا، ام سلیم بھی جنگ احد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، سپاہیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی انکے سپرد تھی۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں رومیوں کے ساتھ مقام یرموک پر نہایت سخت، ہیبت ناک جنگ ہوئی، مسلمانوں کی تعداد سے رومی چوگنا زیادہ تھے، حملہ میں مسلمانوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا، اور ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ تک پہنچ گئے، عورتوں نے اپنے ہاتھوں میں خیمہ کی بانس بلیان لے لیں، اور ایک طرف رومیوں پر حملہ کیا اور دوسری طرف ہٹتے ہوئے مسلمانوں کو روکا، باوجود بلند پکار پکار کر کہتی تھیں کہ اگر تم نے پامردی سے کام نہ لیا

تو ہمارا منہ نہ دیکھتا، انکی اس جو انہر دی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان اپنی جگہ پر جم گئے، اور اس طرح جسے کہ رومیوں کا خاتمہ کر کے اٹھے، دوران جنگ میں اسما انصار یہ نے ایک معمولی لکڑی سے نو کا فزون کو قتل کیا، اسما بنت ابی بکر کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر حضرت زبیر کے گھوڑے کی باگ سے باگ ملائے ہوئے دشمنوں کی فوج میں گھس گئیں اور صفین کی صفین پلٹ دین، حضرت زبیر جب وار کرتے تو اس کے بالمقابل یہ بھی وار کرتیں اور ہر وار میں ایک سرتن سے جدا نظر آتا، امویں کے عہد خلافت میں جب حاج نے عبداللہ بن زبیر کو محاصرہ کر لیا تو یہ اپنی والدہ (اسما) سے مشورہ کرنے کے لئے گئے کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہیئے، اسما نے ایک بہت پر جوش تقریر کی اور بتایا کہ اسے میرے عزیز فرزند اپنے مصالح کو تم خوب سمجھتے ہو، لیکن اگر تمہیں یقین کامل ہے کہ میں نے جو راہ اختیار کی ہے وہ احکام ربانی اور حدود اللہ سے باہر نہیں ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ اگر مارے جاؤ تو درجہ شہادت پاؤ، اور اگر اس جنگ سے تمہارا مقصد دنیا طلبی، جاہ پرستی، اور حب سلطنت ہے تو یاد رکھو کہ تم سے برا کوئی ہونگا، خود اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اور مخلوق خدا کو تباہ کر دیتے ہو، بیشک تمہارا یہ عذر صحیح ہے کہ تم تنہا ہو اور تنہائی کی حالت میں اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، مگر یہ روش شریفوں کی نہیں ہے، مجھے بتلاؤ کہ تم دنیا میں کب تک زندہ رہو گے، جب یہ یقینی ہے کہ موت کی ایک ساعت میں ہے، جو گھٹ بڑھ نہیں سکتی تو بہتر یہی ہے کہ دنیا میں نیک نام مرو۔ اس پر زور تقریر کو دیکھو کہ ہر ہر لفظ جذب و اثر میں ڈوبا ہوا ہے، ہر فقرہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلح اور ہتھیار بند فوج کا ایک دستہ ہر کہ ان کے یزدن کی نوکین جگر کے پار ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عورتیں صرف مذہبی جوش کے سبب سے عین ضرورت کے

دقت شریک جنگ ہو جاتی ہیں بلکہ وہ فزون حرب کی باقاعدہ مشق کرتی ہیں وہ جنگوں میں ایک باکمال شمشیر زن اور قادر انداز کی حیثیت سے شریک ہوتی ہیں، ان کے نشانے بالکل درست اور صحیح ہوتے تھے، چنانچہ ام ابان ایک خاتون کا شوہر جنگ دمشق میں جزل تو ما کے ہاتھ سے مارا گیا، انھوں نے قصہ کیا کہ میں اپنے شوہر کا انتقام خود اسی جزل سے لوں گی، بہت سے مسلمان سپاہیوں نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے عزیز بہائی کا انتقام رومیوں سے لیں گے، لیکن اس جو انہر و عورت نے کہا کہ میں خود انتقام لوں گی اور اپنے حربہ سے تو ما کا خاتمہ کر دوں گی، دوسری بار جب لڑائی شروع ہوئی تو جزل تو ما قلب فوج میں نظر آیا، چاروں طرف سے فوجوں کے ٹڈی دل گھیرے ہوئے تھے، وہاں تک رسائی مشکل تھی، اسلئے ام ابان نے تیر کا نشانہ باندھا اور اس خوبی سے مارا کہ انھوں میں پیوست ہو گیا اور جزل کا خاتمہ ہو گیا۔

ام حکیم نے جنگ اجنادین میں صرف ایک خیمہ کے بانس سے سات کا فزون کو مارا، خولہ بنت ازدر ضرار مشہور سردار کی بہن ہیں، جنگ انطاکیہ میں عورتوں کے خاص سالہ کی سردار ہیں، جنگ یرموک میں انھوں نے بڑی بہادری دکھلائی، تبع بنت موز خود جہاد کرتیں، سپاہیوں کو پانی پلاتیں، اور شہداء کو میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ منورہ پہنچاتی ہیں، بیت عقبہ میں عورتوں نے کافی حصہ لیا، عورتیں خود اپنی بہنوں کو ترغیب دیتی ہیں، چنانچہ غزوہ بدر میں امینہ غفاریہ کی تحریک سے بہت سی عورتیں شریک جنگ ہوئیں، خنساء بنت عمرو کی مشہور شاعرہ گزری ہے، حضور ان کے لشعار خود انکی زبانی سنتے تھے اور بہت مخطوط ہوتے تھے، قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئیں ان کے چار بیٹے بھی موجود تھے انکو بلا کہ خنساء نے ایک پر جوش تقریر کی اور سب نے

درجہ شہادت حاصل کیا۔

بہر حال عورتوں کی جنگی خدمات کا اگر مفصل تذکرہ کیا جائے تو ایک دفتر کا دفتر تیار ہو جائے لیکن مشتے نمونہ از خردارے، ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ملک و قوم کی کسی خدمت میں پیچھے نہ ہشتی تھیں۔ ع اے تو مجموعہ خوبی پیچہ نامست خواہم۔

عورتوں کی برکات | شریعت اسلامیہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جنکی بنا عورتوں کی استدعا اور خواہش پر رکھی گئی ہے، اور ایسے متعدد مفید اور سودمند قانون و قواعد ہیں جنکا سنگ بنیاد جنس لطیف نے رکھا ہے، ہندوستان میں اسوقت غیر قوموں کے لوگوں سے کتنی ضرورتیں پڑتی ہیں، آپس میں تحفہ تحائف بھیجے جاتے ہیں، اور ایک کی طرف سے دوسرے کو ہدایا آتے ہیں، غیر مسلمین کے ہدایا قبول کرنے کی رسم ایک عورت نے قائم کی، قتیلہ بنت عبد العزیٰ پہلے حضرت ابوبکر کے نکاح میں تھیں، چونکہ وہ اسلام نہیں لائی تھیں اسلئے صدیق اکبر نے انہیں طلاق دیدی تھی، وہ ایک بار کچھ چیزیں ہدیہ لائیں، لیکن غیر مسلم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر نے انکار فرما دیا، قتیلہ نے ملول ہو کر حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیجا کہ اسکے لئے کیا سبیل ہو، آپ نے رسالت پناہ سے دریافت فرمایا اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، لا ینھکم اللہ عن الدین لم یقاتلکم (اس آیت کریمہ میں غیر مسلمین کے قبول ہدایا کا حکم دیا گیا ہے)

آج ہلوگ سفر و حضر میں نعمت تیمم سے کقدر فائدے حاصل کرتے ہیں، لیکن کیا کبھی یہ بھی سوچا گیا کہ اس عظیم الشان برکت کا نزول کس سبب سے ہوا، غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا، لوگ جستجو میں مشغول ہوئے، اس طلب و تلاش میں کافی وقت صرف ہو گیا، نماز کا وقت قریب آ گیا، پانی مطلق نہ تھا، لوگ سخت پریشان

ہوئے، بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر سے اگر شکایت کی کہ اس مصیبت کا باعث حضرت عائشہ ہیں، اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی، اسید بن حنفیہ نے کہا مامی بادل برکتکم یا آل ابی بکر (اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے) نزول آیت کے بعد ایک اونٹ کو اٹھایا گیا تو حضرت عائشہ کا کہو یا ہوا ہار مل گیا، عصر نبوت میں حدیبیہ کی صلح کو کقدر اہمیت دی جاتی ہے، اس صلح کی تکمیل ایک عورت کی رائے سے ہوئی، عام صحابہ شرائط صلح کچھ افسردہ خاطر تھے، حضور نے اسی مقام (حدیبیہ) قربانی کرنے کا حکم دیا، لیکن لوگوں نے تعمیل میں کچھ تاخیر کی، آپ ملول ہو کر خیمہ مبارک میں تشریف لے آئے، حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ آپ پہلے خود قربانی فرمائیے، تو خواہ مخواہ اور لوگ بھی تعمیل حکم کریں گے، آپ نے ایسا ہی عمل فرمایا، خیمہ سے باہر تشریف لائے، جانوروں کو منگا کر ذبح کیا پھر تمام صحابہ نے قربانیاں کیں، وہ لوگ جو عورتوں کو سیاسیات اور ملک کے نظم و نسق میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتے، غور کریں کہ روحی فداہ صلعم نے کس طرح ایک عورت کے مشورہ پر عمل فرمایا، اور اس مشورہ نے اتنے بڑے اہم معاملہ کو باحسن وجوہ انجام تک پہنچا دیا، فرائض کا مسئلہ سہل ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں کسی شخص کے دربار میں جمع ہو جائیں تو مردوں کو عورتوں کا دگنا حصہ دینا چاہیے، اس قاعدہ کی بنیاد بھی ایک عورت کی درخواست پر قائم کی گئی۔

ادس بن ثابت کا انتقال ہوا، وفات کے بعد ان کے انبار غم نے تمام جائداد پر قبضہ کر لیا، دو بیٹیاں تھیں لیکن انہیں بھی ترکہ سے محروم رکھا، بیوی بھی بقیہ حیات تھیں جنکا نام ام کتہ تھا، انھوں نے دربار رسالت میں اگر شکایت کی اسوقت یہ فرمان نازل ہوا کہ للذکر مثل حظ الانثیین (مردوں کو عورتوں کا دگنا حصہ ملنا چاہیے) ام ضمیرہ

ایک لوندی بہن، حضور کا ان پر گزر ہوا تو وہ زار و قطار رو رہی تھیں، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتی ہو، انہوں نے کہا کہ میرے مالک نے بیچتے وقت میرے لڑکے کو مجھے جدا کر دیا، یعنی مجھے دوسرے کے ہاتھ بیچ گیا، اور لڑکا کسی دوسری جگہ گیا، آپ نے اسی وقت سے یہ حکم نافذ فرمایا لا یفراق بین الوالد والدہ (امان اور بچہ کے درمیان میں بیچتے وقت تفریق نہ کرنا چاہیے)۔

اکثر ایسا ہوا ہے کہ عورتوں کی کوشش سے قبیلہ کے قبیلہ مسلمان ہو گئے ہیں چنانچہ قبیلہ طے تمام کا تمام صرف ایک عورت کی کوشش اور دعوت سے اسلام لایا، صفیہ بنت حاتم قید ہو کر دربار رسالت میں آئیں اور حضور سے عرض کیا کہ میرا باپ قیدیوں کو زبردستی دیکر چھڑاتا تھا، اب مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے آپ کو روپیہ دیکر ہائی دلاؤں، حضور کا رحم میرا شفیع ہے، آپ نے اُسے رہا فرما دیا، اور حاتم کے لئے دعا کی، حلیفہ جب اپنے قبیلہ میں واپس آئیں تو انھوں نے نہایت بلند آوازی سے کہا کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم ایسے شخص سے اعراض کرتے ہو جو رحمت و رافت کا مجسمہ اور مہربانی کا دیوتا ہے، قبیلہ نے اس کی اس دعوت کو لیتا کہا اور خدا کے مقدس رسول پر ایمان لایا، اسی قسم کا ایک اور واقعہ بخاری کی کتاب التیم میں مذکور ہے، عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہلوگ سفر سے واپس آ رہے تھے، راستہ میں پانی کی سخت تکلیف ہوئی، اطراف میں دوڑتے کہیں پانی کا نشان نہ تھا، ایک روز حسب ارشاد ہلوگ تلاش کے لئے نکلے، راستہ میں ایک عورت ملی جو پانی کی ایک مشک بھرے ہوئے لئے جا رہی تھی، دریافت سے معلوم ہوا کہ یہاں سے کابل ایک دن کی راہ پر پانی ملتا ہے، اس عورت کو ہلوگ دربار میں لائے، آپ نے اس پانی کے لئے دعا، برکت فرمائی

سب نے سیراب ہو کر پیا، اور پھر کچھ غلہ وغیرہ دیکر اُسے واپس کر دیا، یہ عورت جس قبیلہ سے تھی وہ اب تک اسلام نہ لایا تھا، لیکن قبیلہ میں جا کر یہ کہا کرتی تھی کہ مدعی نبوت یا تو ساحر ہے یا دافعتا خدا کا پیغمبر ہے، مسلمانوں کا یہ معمول ہو گیا کہ انھوں نے اطراف کے تمام قبیلوں سے بنو آزمائی کی، لیکن اس قبیلہ سے کوئی تعرض نہ کیا، وہ عورت ان تمام معاملات پر غور کرتی تھی، بالآخر ایک دن اس نے اپنی دعوت کا اظہار کیا، اور اہل قبیلہ کو مخاطب بنا کر کہا کہ تم بہنیں دیکھتے کہ یہ رحیم دھربان قوم ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے، کیا تم یہ بہنیں پسند کرتے کہ اسی مقدس زمرہ میں داخل ہو جاؤ، قبیلہ نے اس دعوت کو قبول کیا، اور تمام کا تمام اسلام سے مشرف ہو گیا۔

ان کے علاوہ شخصی دعوتیں اور ان کے نتائج کی تو بکثرت مثالیں ملتی ہیں، مثال کے لئے دو ایک نقل کئے جاتے ہیں۔ سعدی قریش کی ایک فصیح و بلیغ خاتون تھیں، حضرت عثمانؓ ان کے ہاں بچے تھے، جب سرور کائنات نے مکہ معظمہ میں دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تو حضرت عثمانؓ ان سے مشورہ لینے کے لئے گئے، اور انہیں کے موثر مشورہ کا نتیجہ تھا کہ عثمانؓ ابن عفان مسلمان ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل جھون نے عہد فاروق میں رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں بڑی جوانمردی دکھائی، انکی بیوی ان سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں، عکرمہؓ بن کی طرف ہباگ گئے تھے، بیوی نے ”رحمۃ اللعالمین“ سے شوہر کے لئے امان طلب کی، پھر یمن گئیں اور عکرمہؓ سے مل کر کہا کہ تم ایک ایسے شخص کے دامن سے ہباگتے ہو جو صلاح و تہذیب کا ایک نسخہ کیا اپنے ساتھ لایا ہے، پھر عام فتح میں لا کر انکو خدمت اقدس میں پیش کیا، حضرت انسؓ کے باپ مالک کا جب انتقال ہو گیا تو انکی والدہ ام سلیم نے دوبارہ نکاح کرنا چاہا، ابو طلحہؓ سے درخواست کی لیکن

تو اپنے ہاں اسکی تردید جواز ہے۔

(۵) ہجرت کے بعد سب سے پہلے آپکی ہمانداری ام عید نامی ایک عورت نے کی۔

(۶) بحری جہاد کا شوق سب سے پہلے ایک عورت نے ظاہر کیا۔ رسالت اب ام حرام کے

گھر میں اکرام فرما رہے تھے، خواب سے بیدار ہوئے تو تبسم فرماتے تھے ام حرام نے

سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے چند آدمیوں کو دریا میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا ہی

اٹھون نے عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میں ان ہی میں سے ہوں، آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو

چنانچہ حضرت عثمان کے عہد میں جو ہم جزیرہ قبرس کو روانہ ہوئی، اس میں یہ بھی شریک تھیں،

اور گھوڑے سے گر کر اٹھون نے جام شہادت نوش کیا۔

(۷) اسلام میں سب سے پہلا شفا خانہ عہد نبوت میں رفیدہ اسلمیہ نامی ایک عورت کے

زیر نگرانی قائم ہوا جو خاص مسجد میں تھا۔

(۸) معجزات کی تصدیق سب سے پہلے ایک عورت (حضرت خدیجہ) نے کی۔

(۹) سونے کی عملی توہین کی ابتدا ایک عورت نے کی، کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت علی

سب سے پہلے مدینہ میں ایک بیوہ عورت کے بیان اترے، اٹھون نے دیکھا کہ روزانہ ایک

شخص آتا ہے اور کچھ دیکھتا ہے، ایک روز دریافت کیا تو اس نے کہا سہل بن جنیف اپنی

قوم کے بت توڑ کر مجھے دیکھاتے ہیں اور میں انکو اپندہ بناتی ہوں۔

اٹھون نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ مشرک تھے، جواب میں کہا کہ تم ایسی عورتوں کو پوجتے ہو

جتنے قبضہ قدرت میں نفع و نقصان کا کوئی حصہ نہیں، اور میں ایک ایسی ذات کی عبادت

کرتی ہوں جسکی طاقت تمام طاقتوں سے بالاتر ہے، میری تمہاری کیا نسبت، یہ جواب

کچھ ایسے پر زور الفاظ میں دیا گیا کہ ابو طلحہ متاثر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

اولیات نسا اس عنوان کے تحت میں ہم ان چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جنہیں صنف

نازک کو مسابقت اور اولیت کا شرف حاصل ہے، ان اولیات میں سے بعض اس

قسم کے ہیں کہ اگر جنس لطیف کے نامہ عمل میں اسکے سوا کچھ ہوتا تو یہ فضائل تاریخ اسلام میں

عورتوں کی میزان شہرت کو جھکانے کے لئے کافی ہتھیں۔

(۱) پیغمبر خدا صلعم کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے صدائے لیک صنف نازک

کی طرف سے بلند ہوئی، کیونکہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ سب سے پہلے

مشرق باسلام ہوئیں۔

(۲) مسلمانوں میں درجہ شہادت سب سے پہلے ایک عورت نے حاصل کیا، انکا نام

سمیۃ تھا، مشہور صحابی عمار ابن یاسر کی مان تھیں، ابو جہل نے انہیں شہید کیا تھا، اسد الغابہ

میں ہے فہمی اول شہید فی الاسلام (اسد الغابہ جزوہ صفحہ ۴۸)

(۳) کفار قریش نے جب حضور کے قتل کا ارادہ کیا ہے تو سب سے پہلے ایک

عورت نے خبردار کیا (ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳)

(۴) مسلمانوں میں تابوت کا رواج سب سے پہلے ایک عورت اسماء بنت عیس نے

کیا، مہاجرین حبشہ میں سے تھیں اور وہاں عیسائیوں میں یہ طریقہ مروج تھا، اٹھون نے

اسلام میں داخل کیا، اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی غیر قوم میں کوئی مستحسن عمل رائج ہو

مستشرقین

علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ

(۲)

مدارس

رومہ کا مارونینہ کالج حرف علوم شرقیہ کی نشر و ترویج کے لحاظ سے اہم مرکز ہینین گذرا ہے بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی سب سے زیادہ قدیم مرکز ہے، اسکی بنیاد یورپ غریغورس نے ۱۶۲۲ء میں رکھی تھی، اسکے بعد دوسرے اور ظہور میں آئے جنکی بنا غریغورس پانزدہم نے ۱۶۲۲ء اور بالوس ششم نے ۱۶۲۴ء میں مبلغین کو طیار کرنے اور مشرقی دینی کتب طبع کرنے کے لئے جیسا کہ ہم نے قبل ازین ذکر کیا رکھی تھی، اور اسی شتر ہون صدی میں ایک عربی مدرسہ لیڈن یونیورسٹی میں کھولا گیا، اور اسکے بعد ہی آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلستان) میں بھی کھولا گیا جہاں عربی زبان کے استاد آجکل مشہور عالم مارگو لیتھ ہین جنکے علم و فضل کا حال ناظرین مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے زبانی اخبارات میں پڑھ چکے ہیں، پھر لیڈن میں بریل نامی ایک مطبع تمام دنیا کے طلباء کی عموماً اور یورپ کے طلباء کی اہم خدمات کے لئے خصوصاً قائم ہوا، اور اس میں یورپ و امریکہ کی کتب متداولہ کا زیادہ حصہ طبع ہوا، اور لیڈن کے گذشتہ استاد دن میں دی گوینہ ہین جو ایک مستشرق تھے، انکے جانشین آجکل عربی زبان کی کرسی پر سنوک ہرگزینہ ہین جو یورپ میں آجکل عربی کے قابل ترین عالم شمار کئے جاتے ہیں، استاد موصوف سے امریکہ میں تشریف آوری کے وقت ہے ملاقات

ہوئی تھی، عربی عمدہ بولتے ہیں، بخلاف امریکہ کے استاد دن کے کہ وہ سمجھ تو لیتے ہیں، لیکن اچھی طرح بول نہیں سکتے، ہرگزینہ نے یہ ملکہ کہ وہ مدنیہ کے قیام سے حاصل کیا ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یورپ کی اکثر یونیورسٹیوں نے لیڈن اور آکسفورڈ کی اقتدا کی اور عربی تعلیم اور اسکے علاوہ مشرقی زبانوں کے لئے اساتذہ مقرر کئے گئے، حتیٰ کہ آجکل بہت کم یونیورسٹیاں ایسی ملیں گی کہ جو فصیح عربی لکھنے پڑھنے والی جماعتوں سے خالی ہوں دراصل ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم آگے چل کر بعض اہم تفصیلات ان مدارس کے بیان کریں جو خصوصاً مشرق کی زندہ زبانوں کی تعلیم کے لئے صرف قراءت و کتابت کے لحاظ سے ہی ہینین بلکہ عام و معروف ہجون کے استعمال و تکلم کے لحاظ سے قائم کئے گئے تھے، اور ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے اس میں زیادہ تر جرمون کی سالانہ تہذیبی گائڈ مندر (Minerva) پر اعتماد کیا ہے۔

(۱) شاید سب سے پہلا مستقل مدرسہ جو یورپ میں زندہ مشرقی زبانوں کی درس کے لئے قائم کیا گیا وہ ناپولی کا سرکاری مشرقی مدرسہ ہے جکا نام *Regio Orientis* (مشرق) ہے جسکی بنیاد ۱۶۲۴ء میں رکھی گئی اور ۱۸۸۸ء میں اسکی تجدید کی گئی، اس مدرسہ کے ہتھم آجکل گائڈ و ویلی ہین اور اسکی تدریس کا دستور العمل چند جماعتوں کے علاوہ لجات عامیہ کی صرف، نحو، اور فصیح زبان کی تعلیم پر مشتمل ہے، اسل مدرسہ میں علاوہ عربی زبان کے ان زبانوں کی تعلیم بھی دی جاتی ہے: ترکی، فارسی، یونانی، البانی، اہماری، حبشی، اہیانی، اور سکوبی، اور اس میں اسکے خاص موضوع اعلیٰ و مشرق کے تعلق پر بھی کچھ دیئے جاتے ہیں۔

(۲) اس قسم کا دوسرا مدرسہ وہ ہے جسکی بنیاد ایٹا (Aethiopia) میں ۱۸۵۷ء میں مدرسہ قنصلان شاہی و فہنشاہی کے نام سے رکھی گئی، البتہ اس عالمگیر جنگ عظیم کے بعد شاہ اور

چینی، جاپانی، ساسی، انامی، جادی، رومانی، اور سکوبی زبانوں کی تعلیم کے اضافہ کیا گیا۔
اس میں تعلیم مفت ہے اور اسکے دروازے عوام کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اس مدرسہ کا
پرنسپل وزیر معارف پانچ سال کے لئے اسکے ارکانی اساتذہ میں سے مقرر کرتا ہے۔
اسکے کتب خانہ میں ۷۰۰۰ کتابیں مطبوعہ اور ۷۰۰ قلمی ہیں، اور ۱۹۱۲ء میں اسکے تلامذہ کی
تعداد ۲۵۱ تھی جن میں سے ۵۰ قانون کے طلباء تھے۔

اس پیرس کے مدرسہ میں عربی کا پہلا استاد مشرق اعظم سالوٹری ڈی سالی
نہا جس نے ۱۸۱۱ء میں اپنی کتاب "محو اللغة العربیہ" شائع کی اور ۱۸۳۱ء میں اسکا دوسرا
ایڈیشن طبع کیا اور اسی وقت سے یہ کتاب ابنائے یورپ کے لئے زبان عربی کی تعلیم
کی سنگ بنیاد قرار پائی، باوجودیکہ وہ کتاب جسکو ڈی سالی نے ۱۸۱۱ء میں تالیف کر کے
حکومت فرانس کو پیش کیا اور اسکا نام "اصول اللغة العربیۃ العامیۃ والقصیۃ" ہے (جسکا ذکر ہم
پہلے کر چکے ہیں) یہ بھی ڈی سالی کی تالیف کے لئے اصلی دلیل راہ تھی۔ لیکن ساواری کی
یہ کتاب ۱۸۱۳ء تک بعد وفات ساواری کے بھی شائع نہ ہو سکی اور یہ زیر ادارت لائیکز جو
پیرس کے زندہ زبانوں کے مدرسہ کے اساتذہ میں سے شائع ہوئی۔

اور ان لوگوں سے کہ جن سے لائیکز نے اس اہم کتاب کی تیقین میں مدد لی میکائیل
صباغ ہیں جو اسی مدرسہ نجات حیۃ میں سے ہیں، اور ہم میکائیل صباغ کو انکی اس کتاب سے
جانتے ہیں جو انہوں نے لہجہ مصریہ و شامیہ پر لکھی ہے، اور جسکو تورک نے عبرانی میں
ترجمہ کیا اور جو ۱۸۸۶ء میں اسٹراسبرگ میں طبع ہوئی، اسکا نام "الرسالۃ التامۃ فی کلام العامیۃ
والمناسج فی احوال الدارج تالیف یحییٰ بن نقولابن برہیم صباغ" اور یہ ۹۰ صفحہ کی
کتاب ہے

اور شہنشاہ کے ناموں کی محبت دونوں سے زائل ہو گئی اور پادشاہ اپنے خطابوں سے محروم
کر دیئے گئے تو اس مدرسہ کا نام بھی تبدیل ہو کر صرف "مدرسہ فضلیہ" رہ گیا، اس مدرسہ کا مقصد
جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے تفصلوں اور سیاسی معتمدوں کو بلاد مشرق و مغرب میں خدمات
سیاسیہ کے لئے طیار کرنا ہے، اور اس میں عربی، ترکی، فارسی، چینی، اور سکوبی زبانوں کی مع
فرانسیسی، انامی، جرمنی، اور انگریزی زبانوں کے تعلیم دی جاتی ہے، اسکے کتب خانہ میں ۸۰۰۰
کتابیں ہیں، اور اس مدرسہ کے اُن آثار میں سے جو عربی کے عام لہجوں کی تعلیم کے اہتمام پر
دلائل کرتے ہیں ایک جرمنی عربی کتاب ہے کہ جسکو اس مدرسہ کے ایک اساتذہ جن المہری
نے ۱۸۶۹ء میں "تالیف کیا اور اسکا نام حسن التغیب فی معرفة لسان العرب" رکھا اور یہ
۲۶۶ صفحوں پر مشتمل ہے، اسکے ٹائٹل پر داہنی جانب لکھا ہے، تالیف حسن المصری ملک
العربی فی مدرسة السن الشرقيہ بملانیہ الوین الحمیہ، اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ مولف نے مصر کی مروجہ زبان کی تعلیم میں اپنا زیادہ تر وقت صرف کیا تھا، اس
مدرسہ میں طلباء کی تعداد ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء کے جو قبل از جنگ کا آخری سال ہے، ۳۵ تک
پہنچ چکی تھی۔

(۳) تیسرا مدرسہ بحیثیت قدامت کے پیرس کا وہ شہور مدرسہ ہے جو بالخصوص مشرق
کی زندہ زبانوں کے مدرسہ کے نام سے معروف ہے، یہ مدرسہ حکومت فرانس کے خاص
حکم سے ۳۰ مارچ ۱۸۹۵ء میں قائم کیا گیا، اسکا مقصد بھی تفصلوں، مترجموں، عہدہ داروں
اور مشرق میں تجارت کرنے والے اصحاب کو طیار کرنا تھا، یہ اپنے ابتدائی زمانہ میں
عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے اصولوں کی تعلیم دیتا رہا، یہاں تک کہ ۱۸۳۲ء میں اسکے
لاٹھ درس میں عام عربی لہجوں کی تعلیم کا مع یونانی، آرمینی، سودانی، ہندوستانی، ٹائی،

کتاب ہے، مترجم نے اپنے جرمنی زبان کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ میکائیل عکائین
۱۸۵۷ء میں پیدا ہوا وہ فرانس کا اسکے حملہ مصر میں رفیق تھا، پھر یہاں سے اُس نے
پیرس ہجرت کی اور ۱۸۶۲ء میں مرا اور امریکہ کے استاذ واریل نے اُسی قبطی شمار کیا ہے۔
(۴) پیرس کے مدرسہ کے بعد مدرسہ لازارف اکلر یہ ہے جو لغات شرقیہ کا مدرسہ شہر
ماسکو میں ہے، یہ مدرسہ ۱۸۱۲ء میں قائم ہوا اور اس میں روس کے قرب و جوار کے شوب
و قبائل اسلامیہ کی زبانیں سکھائی جاتی ہیں یعنی ترکی، تاتاری، فارسی، اور عربی، اس
مدرسہ کے کتب خانہ میں ۳۰۰۰۰ کتابیں ہیں اور اس کا سال یکم ستمبر سے شروع ہوتا ہے،
اور یکم جون کو ختم ہوتا ہے۔

گزشتہ صدی کے وسط میں اس مدرسہ میں عربی مدرس شیخ محمد عیاد الطنطاوی
تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ سینٹ پیٹرسبرگ کی شاہی یونیورسٹی کا ایک جز تھا جیسا کہ
ہم اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے جو عربی کی تعلیم کے لئے طنطاوی نے لینگ میں ۱۸۲۸ء
میں بعنوان "حسن النخب فی معرفۃ لسان العرب" شائع کیا، اسکے ٹائٹل پر یہ الفاظ درج ہیں
الشیخ محمد عیاد الطنطاوی معلم العربی فی مللہ السن الشرقیہ والمذہب الکبیر الامیلطوریہ فی بطریقہ الحجۃ
اس کتاب کو مولف نے روس کے وزیر خارجہ کے نام معنون کیا تھا اور اس کی تعداد صفحات
۲۶۰ ہے۔

(۵) اسکے بعد دنیا کا مدرسہ عومیہ ہے جہاں لغات و لہجات شرقیہ کی تعلیم دی جاتی ہے، اس
مدرسہ کی بنیاد ۱۸۵۱ء میں رکھی گئی اور ۱۸۵۴ء میں دوبارہ اس کی تنظیم کی گئی، اس کا مقصد
خصوصاً عربی، فارسی، ترکی، سری، مسکو، یونانی اور البانی زبانوں کی تعلیم ہے ۱۹۱۲ء میں
اسکے طلباء کی تعداد ۲۱۲ تھی جن میں سے بعض عورتیں تھیں۔

(۶) ۱۸۸۷ء میں برلن میں وہ مشہور کتب جو (Seminar) کے نام سے معروف ہے قائم ہوا یہی وہ کتب ہے
جہاں سے امریکہ کے اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نکلی اور اس کا لائحہ و روس جو تمام یورپ کے
مدارس میں درجہ اول دیتا ہے اور اسکے آثار میں سے درسی کتب کا وہ سلسلہ ہی کہ جن سے
مالک متحدہ امریکہ میں و دار شرقیہ کی جامعیتیں مدد لیتی ہیں،

اس مدرسہ کے صدر مشہور شاہی سیاح ڈاکٹر سخاوت ہیں، اور زبان عربی و اسلام کے
استاذ ڈاکٹر مارٹن ہارٹن ہیں جو دائرۃ المعارف الاسلامیہ Encyclopaedia
of Islam کے مصنفین میں داخل ہیں اور جو پہلے بیروت میں جو قسطنطنیہ
اسکے معلمین میں ہیں، احمد ولی کا نام مناسب ہے جو مصر کی عام زبان کے مدرس ہیں اور
امین معریس کا جو شامی زبان کے مدرس ہیں۔

۱۹۱۲ء میں اس مدرسہ میں مختلف جامعیتیں فصیح عربی، لہجات شامیہ، مصریہ و مغربیہ
اور فارسی، ترکی، ہندی، چینی، جاپانی، حبشی وغیرہ زبانوں کا درس حاصل کرتی تھیں،
اسکے کتب خانہ میں ۵۰۰۰۰ کتابیں ہیں اور اسکے طلباء کی تعداد ۱۹۱۹ء میں تقریباً ۷۰۰ تھی۔

(۷) ۱۸۱۷ء میں بوڈاپسٹ میں ایک شاہی اسٹوڈی کالج کی بنیاد مشرق کے علوم و تصانیف
کی تعلیم کے لئے رکھی گئی، لیکن زمانہ جنگ میں اس کو شاہی کے لقب سے محروم کر دیا گیا اور
اور اسکے بجائے حکومت (یعنی گورنمنٹ) کا لفظ بڑا دیا گیا، اس مدرسہ کے لمحات میں
ایک مشرقی عجائب خانہ اور آواز و لغات، اجنبیہ کے صحیح تلفظ کے درس کے لئے ایک
رصد خانہ ہے اسکے تلامذہ کی تعداد ۲۰۰ ہے اور اسکے درس کے تکمیل کی مدت دو سال ہے۔
(۸) وقت تعلیم اور ضبط تدریس کے لحاظ سے یورپ کے مدارس شرقیہ میں سب سے

زیادہ اہم ہیمبرگ کا مدرسہ استعماریہ (Hamburgische Kolonialinstitut) ہے جسکی بنیاد آزاد شہر ہیمبرگ نے ۱۹۱۸ء میں جرمن نوآبادیوں کی حمایت میں رکھی اور فی الحال وہ ایک ایسا نمونہ ہے کہ جسکی تقلید تمام دیگر مکاتب کرتے ہیں، ۱۹۱۸ء میں اسکا نام تبدیل کر کے (Hamburgische Welt-Wirtschaftsarchiv) رکھ دیا گیا، مدرسہ کی غایت عہدہ دار، مشیر، تاجر، سیاح اور تمام ان لوگوں کو جو براہ راست یا بالواسطہ جرمن سلطنت کی نوآبادیوں کی توسیع سے تعلق رکھتے ہیں، طیار کرنا ہے اور اسکے تین دائرے ہیں :-

(۱) دائرہ اسلامیہ

(۲) دائرہ مشرقی ایشیا

(۳) دائرہ افریقیہ

اور ان میں سے ہر دائرہ کے لئے استاد، مساعد مدرس اور محب وطن ہیں، اور یہ دائرے زیادہ تر مختصر صورتی پر اعتماد کرتے ہیں، اور یہ لذات افریقیہ کے مشہور عالم کارل منیوف کے زیر ادرات ہے، اس میں الفاظ کی کیفیات، اصلیت اور لغات اجنبیہ میں گفتگو کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے، اس مختبر میں پورا پورا سامان ہیا ہے، مدرسہ میں اساتذہ ہیں جو غناء اور خطابت کی تعلیم دیتے ہیں اور اطباء، جن جو علق کے امراض، دانتوں کے امراض، فوٹو گراف لے، عربی جدید میں درجہ اول مختبر، اسکو کہتے ہیں جسکو انگریزی میں (Colonization) کہتے ہیں جو مختلف آلات و ادوات کا وہ مجموعہ کہ جو مخصوص علوم و فنون مختلفہ کے جزئیات و کلیات کے تجربات و مشاہدات (Experimentation) کے لئے ہر ممکن بڑے بڑے متدن شہروں میں دیونیورسٹیوں کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، بیان پختہ صورتی سے مقصود وہ لیبریٹری ہے کہ میں تمام آلات متعلق بہ صورت ہوں -

اور شعاع فتنہ سے تعلق مخصوصی رکھتے ہیں، پھر شہر ہمبرگ کے تجارتی موقع نے اس مختبر کے مدیر پر یہ امر آسان کر دیا ہے کہ وہ ان نووارد افریقیوں اور ایشیائیوں پر تجربہ کرے کہ جنکو جہازات و ہاں برابر تارتے رہتے ہیں اور یہ کہ وہ بول چال اور تلفظ سے استفادہ کرے اور انکی آوازوں کو ریکارڈ میں بھرے تاکہ عند الحاجة اصلی الفاظ کی تکرار اور الفاظ مضبوطہ کی معرفت کے لئے استعمال کئے جائیں -

اس میں شک نہیں کہ ہیمبرگ نے جرمنی کی سیاست خارجہ اور تجارت بلا و اجنبیہ کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اور اگر ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ تمام دنیا میں کوئی مدرسہ بھی علوم مشرقیہ کا عموماً اور افریقیہ کا خصوصاً ایسا موجود نہیں ہے مدرسہ ہیمبرگ اپنے نظام تعلیم، مسائل تدریس اور اپنی کامیابی کے لحاظ سے اپنا نظیر آپے ۱۹۱۳ء میں ہارن فورڈ میں بھی کونٹیکٹ نے جو منجملہ عال و لایات متحدہ کے ہیں، اسی کے نمونہ پر ایک مدرسہ قائم کیا جسکا نام کینڈی اسکول آف مشن ہے -

(۹) نوان مدرسہ جسکی تاسیس زندہ مشرقی زبانوں کی تدریس کے لئے کی گئی وہ پٹر و گراڈ کا مدرسہ مشرقیہ ہے، یہ مدرسہ ۱۹۰۹ء میں قائم کیا گیا، اور اس میں وہ جماعتیں بھی ضم کی گئیں جسکا انتظام ۱۹۰۶ء میں جمعیتہ الدروس الشرقیہ امبراطوریہ نے کیا تھا اور اسکے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء کے اساتذہ کی فہرست میں ایک شامی استاد کا نام ہکومتا ہے جو عربی کا درس دیتے تھے، ان کا نام ب - انطاکی ہے، اور مدرسہ میں جیسا کہ ۱۹۱۹ء کے لائحہ درس سے معلوم ہوتا ہے ایک دائرہ فضولوں کے طیار کرنے کا ہے اور دوسرا حرمیہ ہے اور تیسرا تجارتیہ اور اس میں ایسی جماعتیں ہیں جو اسلام اور شرائع مشرقیہ کی تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں، مدت تدریس ایک سال ہے جو دو حصوں میں تقسیم ہے اور ۱۹۱۳ء میں اسکے طلباء کی تعداد ۱۰۲ تھی -

ہیں یہ اشارہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پٹر و گراڈ کی یونیورسٹی میں ایک دائرہ شرقیہ اور بھی ہے جس میں ایک روسی استاد عربی زبان کے اصول کا درس دیتا ہے۔ (۱۰) سب سے آخری مدرسہ جو مشرق کی موجودہ زبانوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا وہ لندن یونیورسٹی کا مدرسہ دروس الشرقیہ (The School of Oriental Studies) ہے، اس مدرسہ کی بنیاد ۱۹۱۷ء میں اس مقصد سے رکھی گئی کہ ان لوگوں کو جو مشرق اور افریقہ کے سفر کا ارادہ تجارت کی غرض سے یا کسی تحقیقاتی مقصد سے یا ملازمت کی غرض سے رکھتے ہیں، شرقی و افریقی قبائل کی زبانوں اور ان کے عادات و اطوار اور تاریخ و ادیان کی تعلیم دیجائے، یہ ہی ایک نص صریح منجملہ اسکے ہے کہ جو کچھ اسکے متعلق کتابت میں آیا ہے۔

گذشتہ زمانہ میں انگریزوں نے اس پیمانہ پر ایک مدرسہ قائم کر نیکی بارہا کوشش کی مگر ناکامیاب رہے، ۱۹۱۵ء میں ایک (Oriental Institute) ایسٹ اینڈ کیمپنی کی مراعات کے تحت میں کھولا گیا، جو ہندوستانی زبانوں سے مخصوص تھا لیکن آہٹ سال کے بعد وہ بند ہو گیا، پھر ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر رابرٹ مارین نے ایک مکتب لنگویج انشٹیٹیوٹ کے نام سے قائم کیا لیکن یہ بھی تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ کلیہ جامعہ (یونیورسٹی کالج) اور کلیئہ الملک (کنگس کالج) نے عربی کا درس دینا انیسویں صدی کے اوائل میں شروع کیا، اور کلیئہ جامعہ میں ایک دائرہ ہے کہ جسکو مدرسہ لغات شرقیہ عدنیہ کے لقب سے پکارا جاتا ہے، اس میں عربی، فارسی، سنسکرت ہندوستانی، بنگالی، مرہٹی اور تامل زبانوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔

اسکے گذشتہ اساتذہ میں حبیب الطول سلمونی، مولف "قاموس عربی و انگریزی" رہے۔

چکے ہیں، اس قاموس کے ٹائٹیل پر آپکو مولف کے نام کے بعد یہ لکھا ہوا ملے گا،
استاذ اللغة العربیة فی المدارس الکلییة فی لندن و فی مدارس العلوم الشرقیة
لیکن انگریزی میں ایسی کتابیں جو عربی زبان کی تعلیم کو انگریزوں پر آسان کر دینکی غرض سے لکھی گئیں بہت قلیل تعداد میں، اور ان میں سے بھی قلیل ترین وہ ہیں جو عربی عام لہجون سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں سے ایک "اصول اللغة العربیة المحکیة" ہے جسکو انگریزی میں احمد فارس انشیدیاق نے ۱۹۲۵ء میں لندن میں لکھا تھا۔

تکلیف و تنصیر

عربوں کے کارنامے

رائٹ آنریبل سید امیر علی کی انگریزی کتاب "مشرقی آف دی ساریسنس" کے طبع جدید کا ذکر گذشتہ نمبر کے اخبارِ علمیہ میں آچکا ہے ذیل میں ہم اس پر ٹائمز لٹریچر می سیلینٹ کا ریویو درج کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ یورپ کے اعلیٰ علمی حلقوں میں اسلام سے متعلق کیا کیا خیالات ہیں، اور ان غلط فہمیوں کے رفع کرنے میں ہمارے ایک نامور ہوموٹن کی کوششیں کس حد تک بار آور ہو سکی ہیں،

ٹائمز کا ریویو نگار تمہید میں کہتا ہے کہ مدت دراز سے یورپ کے نزدیک اسلام کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ مٹے ہوئے تمدنوں اور حکومتوں کا رفیق ہے، اور محض غنیمت ضعیف و ناتوان قوموں اور حکومتوں کا ملکی مذہب ہے، جنہیں کامل بردباری سے یورپ کا دستِ محافظت محفوظ رکھے ہوئے ہے، وہ زمانہ جبکہ استنبول کے ترکوں، وسط ایشیا کے تاتاریوں، قرطبہ کے کوردوں، اور بغداد کے عربوں کا نام یورپ کی دہشت کے لئے کافی ہوتا تھا اب خوابِ خیال ہو گیا ہے، اور آج جبکہ ہم زمانہ حال کے مسلمانوں کو قاہرہ، دمشق، بخارا، بخیرہ میں پتے پھرتے دیکھتے ہیں تو دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں کہ فرزندِ آدم نے یہ بڑا احسان کیا کہ تمدن و آئین کو ناگفتنی ترکوں اور جاہل تاتاریوں اور مکار عاقبتوں کے پنجہ سے بچالیا،

اس کے بعد ریویو نگار لکھتا ہے کہ ہمارے اس ناداجب قومی فخر و غرور کی اصلاح کے لئے ایک مفید نسخہ مشر امیر علی کی تاریخِ عرب کا جدید ایڈیشن ہے، انھوں نے ثابت کر دکھایا ہے کہ جن کارناموں کی بنا پر ہم اپنے تئیں فخر و ناز کا مستحق سمجھ رہے ہیں اس کے حقدار مسلمان عرب تھے، حقیقت،

"وہ عرب ہی تھے، جو روایات، تمدن کے حامل رہے، جنھوں نے مسیحی یورپ کے غیر مذہب قبائل کو امن و امان میں رکھا، جن کے نزدیک اہل مغرب وحشی و جاہل تھے، اور معقول و جودہ کی بنا پر فرنگیوں کی مرانگی کو مے نوشی، بد عہدی، جہالت، و حماقت کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔"

غرض اس وقت، یعنی قرون وسطیٰ میں صورت حال مروجہ زمانہ سے بالکل برعکس تھی، نہ صرف سیاسی و تمدنی حیثیت سے بلکہ علمی و ذہنی حیثیت سے بھی،

"سائنس، علم، علمی اصول پر زراعت، تعمیرات، جہاز رانی، طب، ان سب کا وطن ارضِ ہلال تھا، در آنجا ایک مسیحی یورپ ان سے بیگانہ تھا، اور یا برائے نام مانوس تھا۔"

یہ واقعات ایسے نہیں، جو صرف کتابوں کے اوراق میں مندرج پائے جاتے ہیں، بلکہ ریویو نگار مصنف کے حوالہ سے اپنے ناظرین کو بتاتا ہے، کہ متعدد علوم کی اصطلاحات رائج عربی ہیں، اور یورپ کی بڑی سے بڑی یونیورسٹیوں میں علماء کے لئے جو لباس مقرر ہے، وہ صاف عربی لباس (عبادچہ) کی نقل ہے!

مصنف نے خلافتِ عظمیٰ کی قوت و اقتدار کی تفصیلی تاریخ بیان کی ہے، اور اس ضمن میں ریویو نگار خاص طور پر اس واقعہ کو نوٹ کرتا ہے، کہ آنحضرتِ صلعم کی وفات کے بعد سے سولہویں

صدی میں عثمانی سلطان سلیم کے عہد تک، جتنے فرمان رواؤں نے امپریاٹور بنے ہوئے کا دعویٰ کیا، وہ سب کے سب

تیمور کے اعزہ، بلکہ اکثر ان کے آل میں سے تھے، خواہ وہ عربی، ان کے سرکاری اعزہ ہوں، یا کوئٹہ کے علویہ ہوں، یا دمشق و قریہ کے ادیب ہوں، یا بغداد کے عباسیہ ہوں، یا قیروان و قاہرہ کے فاطمیہ ہوں، یا اندلس کے ادرسیہ ہوں،

ریویو نگار، مصنف کے حوالہ سے اس حقیقت کو بھی درج کرتا ہے، کہ اسلامی سلطنت کے زوال میں تاتاریوں اور مسیحیوں دونوں کی مسلسل یورشوں کو دخل تھا، چنانچہ اگر بنگلہ کو تاتاریوں نے بغداد میں ۳۰ لاکھ مسلمانوں کو قتل کر کے تدمر عراق کی، یا دین ہلا دین، تو تیرھویں صدی عیسوی میں اسپین کے کیتھولک سلاطین نے بھی ۳۰ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا، یا بے خانان کے مغرب کو ان کے وجود سے صاف کر دیا،

آخر میں ریویو نگار کہتا ہے کہ

”فرہنگ و ملی کے مسلمانوں میں اپنے ہم عصر نیز بعد کے زمانہ کے کیتھولک عیسائیوں سے زیادہ درد و اندامی تھی، خلفاء و مہر کے دزراد عیسائی ہوتے تھے، لیکن مسلمان کی صورت تک سو اہلین عہدی کے مسیحی اسپین کو گوارا نہ تھی“

=====

یوپی ہسٹاریکل جرنل

کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ اس صوبہ میں پانچ چھ سال کے عرصہ سے ایک انجمن یوپی ہسٹاریکل سوسائٹی کے نام سے قائم ہے، جس کا مقصد صوبہ جات متحدہ (اور ضمناً ہندوستان) کے متعلق اثری، ادبی، جغرافی، انسانی، معاشری، غرض ہر قسم کی تاریخی تحقیقات کرنا، اور اس مذاق تاریخی کی عام اشاعت کرنا ہے، انجمن کے صدر صوبہ کے ایک ممتاز مستشرقانہ مذاق رکھنے والے سولین مسٹر برن ہین، اور فہرست ارکان میں انگریز اساتذہ تارخ کے علاوہ متعدد علم و دست و صاحب ذوق ہندو اور مسلمانوں کے نام بھی نظر آتے ہیں، مثلاً مولانا حبیب الرحمن خان شرودانی، مولوی نظام الدین حسن، مولوی عزت اللہ فرنگی محلی، جسٹس رفیق، مولوی حافظ احمد علی خان (ہتم کتب خانہ کراچی)، انریسل مسٹر چیتامنی، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو، پروفیسر امر ناتھ جہا وغیرہ اور ارکان اعزازی (آنریری ممبرز) میں سب سے نمایاں نام ایشیا کے مشہور عالم شرقیات سر رام کرشن بہنڈا کر کا ہے۔

اس انجمن کی جانب سے ایک سہ ماہی رسالہ (جرنل) نکلتا بھی تجویز ہوا تھا جیسا کہ مشہور تاریخی انجمنوں کا عام قاعدہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ کہ قلت سرمایہ و جمود قومی کے باعث رسالہ بجائے سہ ماہی نکلتے کے ہر ششماہی ہی نہیں نکل پاتا ہے، بلکہ کبھی کبھی پورا ایک سال ناعہ ہو جاتا ہے، تاہم وہ جب کبھی شائع ہوتا ہے

اکثر بلند پایہ و قابل قدر مضامین لیکر نکلتا ہے، ناظرین مدارت کو یاد ہو گا کہ اس سلسلہ میں حکیم ہمدی، و محمد تعلق پر جو سلسلہ مضامین شائع ہوا تھا، اسکے آخر میں اسی تاریخی رسالہ (جبریل) کا حوالہ درج ہوتا تھا۔

حال میں اس رسالہ کا تازہ نمبر شائع ہوا ہے جس پر مئی ۱۹۳۷ء کی تاریخ درج ہے، اس نمبر میں علاوہ رویداد انجمن اور استفسارات و جوابات وغیرہ کے مقالات ذیل شائع ہوئے ہیں :-

(۱) صوبہ متحدہ اگرہ دادو میں مقامات کے نام، از مسٹر پال دیلی، یہ نہایت مفصل مضمون ہے جو رسالہ کے تقریباً ۶ صفحوں پر آیا ہے، اس صوبہ میں مقامات کے جس قدر مرکب نام ہیں، اور جو کسی نہ کسی لاحقہ (Suffix) سے مل کر بنے ہیں۔ مضمون نگار نے ان سب کی فہرست دی ہے، اور الگ الگ ہر ایک کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے، پھر ان مقامات کو انکی اصلیت کے لحاظ سے ہندو مقامات، اسلامی مقامات، انگریزی مقامات میں تقسیم کیا ہے، لواحق اسماء کی جو فہرست مضمون نگار نے دی ہے وہ نہایت مفصل ہے مثلاً پور (اکبر پور، علی پور، شاہ پور، گورکھ پور، لالت پور، رام پور وغیرہ) پور (راجپور، لال پور، وغیرہ) پوری (مین پوری، کیل پوری وغیرہ) ٹکڑ (منصور ٹکڑ، اسلام ٹکڑ، رام ٹکڑ، جسونت ٹکڑ وغیرہ) گنج (علی گنج، قائم گنج، نواب گنج، بہارت گنج، ہمارا ج گنج، کپتان گنج، کرنل گنج وغیرہ) آباد (فیض آباد، الہ آباد، محمد آباد، ظفر آباد وغیرہ) گڑھ (اعظم گڑھ، علی گڑھ، مادہ گڑھ وغیرہ) گڑھا، (جیسے ضلع غازی پور میں مقام گڑھا) شہر (بلن شہر، نوب شہر، پچلی شہر وغیرہ) سرائے (منزل سرائے، کہیتا سرائے، وغیرہ) سرائے بہ حیثیت سابقہ (Suffix) کے (سرائے عاقل، سرائے محی الدین وغیرہ) یہ لاحقہ و سابقہ شہری

آبادیوں سے متعلق ہے، آگے چلکر مضمون نگار نے اسی تفصیل کے ساتھ دیہاتی آبادیوں کے بھی وجہ تسمیہ بیان کئے ہیں، اور لاحقوں اور سابقوں کی فہرست دی ہے، مثلاً گائون (دیو گائون، بڑا گائون، بانس گائون وغیرہ) کھیرا (کنکر کھیرا، ضلع میرٹھ میں) ڈبہ (کوڑھ ڈبہ، موڈ ڈبہ وغیرہ) بہت (تال بہت، بالا بہت وغیرہ) بہیت (پلی بہیت) چل (بندھیا چل) کوٹ (چریا کوٹ، خیر کوٹ، چتر کوٹ وغیرہ) لار (ضلع حیر پور میں سیولار) گہاٹ (راج گہاٹ، لوہا گہاٹ وغیرہ) ہاٹ (یان ہاٹ، انبا ہاٹ وغیرہ) سوت (ام سوت، ضلع بجنور میں) کنڈ یا کنڈی (مرکنڈی ضلع باندہ میں) پوکھر (رانی پوکھری، راج پوکھری، جھیل (نوح جھیل، لاکھن جھیل، تال (دینی تال، بھیم تال وغیرہ) کنواں (لال کنواں، مرکنواں) تہار (اسوتہار، ضلع فچور میں) تہار (بہر تہار، ضلع اٹارہ میں) کہیت (رانی کہیت، ضلع کمالیون میں) باغ (رانی باغ وغیرہ) باڑی (آم باڑی، ضلع ڈیرہ دون میں) سال یا سار (کھنڈ سال یا کھنڈ سار، بن (مہا بن، دیو بن، برنڈا بن وغیرہ) پرگ (کرن پرگ، زور پرگ وغیرہ) دوار (مردوار، ٹھاکر دوارہ وغیرہ) پت (باغ پت، ضلع میرٹھ میں) الیسر (ٹیسر، جلیسر، گڑھ و لکیتسر) تاتھ (بدری تاتھ، کوار تاتھ، سار تاتھ) وغیرہ

مضمون نگار کی کاوش و تفحص میں کلام انہیں پھر بھی اس نے مقامات کی جو فہرست دی ہے، وہ جامع و مکمل کسی معنی میں بھی نہیں کہی جاسکتی۔

(۲) "بلند دروازہ فچور سیکری کے عربی کتبہ کی تحقیق" از ڈاکٹر دی، اے، اسمتھ، ایم اے، ال ال ڈی۔

فچور سیکری میں اکبر کا تیسرا کرایا ہوا جو بلند دروازہ ہے، اس پر یہ کتبہ درج ہے: قال عیسیٰ علیہ السلام الدنیا قنطریۃ فاعبر وھا ولا تعمر وھا شہر ممورخ بند ڈاکٹر

اخبرنا علیہ

شہر جینوا (اٹلی) کے مرکزی طبی کالج میں ایک مجروح القلب شخص لایا گیا، جس نے خودکشی کرنا چاہی تھی، اور اپنے قلب میں خنجر ہونک لیا تھا، لیکن یہ مہینہ سکا تھا بلکہ صرف بیہوش ہو گیا تھا، اور اسی غشی کے عالم میں شفا خانہ لایا گیا، یہاں کے ڈاکٹر نے کمال بیجگری اس کا قلب سینہ سے نکال لیا، اور وہ شخص فی الفور مر گیا، طبی کالج کے طلبہ نے اُسپر سخت شور برپا کیا کہ ایسا قسی القلب ڈاکٹر اس قابل نہیں کہ اسے اس کے عہدہ پر برقرار رہنے دیا جائے اس ہنگامہ سے متاثر ہو کر ڈاکٹر کو اپنے عہدہ سے استعفا دیدینا پڑا۔

آغاز جنگ کے وقت (۱۹۱۴ء-۱۹۱۵ء) برطانوی یونیورسٹیوں میں طلبہ کی مجموعی تعداد ۲۲۳۳۷ تھی، اختتام جنگ پر (۱۹۱۹ء-۱۹۲۰ء) انکی تعداد ۳۴۴۲۲ نکلی، گویا ۱۹۱۹ء کا اضافہ رہا، مگر اس سے عام طلبہ کی تعداد میں اضافہ کا نتیجہ نہ نکالنا چاہیے، اسلئے کہ پورے ۱۹۰۰ کی تعداد ان لوگوں کی ہے جو فوج سے واپس ہو کر کالجوں میں داخل ہوئے ہیں، برطانوی حکومت کے ہر ملک کے طلبہ کی تعداد میں حسب ذیل اضافے ہوئے ہیں۔

۱۹۱۹-۲۰ء	۱۹۱۴-۱۵ء	انگلستان
۱۹۸۲۹	۱۰۸۰۸	ویلز
۲۴۶۳	۱۲۳۰	اسکاٹ لینڈ
۱۰۹۹۲	۸۴۱۹	آئر لینڈ
۳۱۳۰	۱۶۶۶	
۳۴۴۲۲	۲۲۳۳۷	

استہمہ نے اس مضمون میں ایک طویل بحث کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتبہ بڑے ہانپور کے اس کتبہ سے ماخوذ ہے، النظر والی اہل القبور فاعتبروا یا اولی الابصار باقی غفلت کے اکثر ام حیات الاموات، قال عیسیٰ عم الدنیا فتنطرات فاعبروها ولا تعمدوها۔ حضرت مسیحؑ کا یہ مقولہ انجیل میں موجود نہیں "مضمون نگار کا خیال ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بیسیوں ایسے اقوال دور اول کے صوفیہ اسلام میں مشہور تھے، جو انجیل میں درج نہیں، چنانچہ یہ کلام مسیحؑ بھی غالباً حضرت حسن بصریؒ کی وساطت سے عام مسلمانوں میں منسلح ہوا ہے، مضمون نگار کے نتائج و قیاسات صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن مضمون بہر نوع کافی دلچسپ ہے۔

(۳) "جین مذہب کی دو برہمنی عورتیں" از مسٹر دیارام ساتی، ایم اے۔

(۴) "بنارس کی مورتوں پر نوٹ" از مسٹر بی بی بھیا چارجی۔

(۵) "گپنی کے عہد حکومت بن صوبہ متحدہ میں وصول محصول کے قواعد" از مسٹر ڈیور۔

ان میں سے ہر مضمون اپنی اپنی جگہ پر پُر معلومات و قابل مطالعہ ہے۔

جگہ دی۔ اسکے بعد اپریل میں انھوں نے وہاں کی ایشیا نمک سوسائٹی کے سامنے
”ہندوستان اور سوشل سائنس“ (علم المعاشرت) کے عنوان پر لکچر دیا، نامور مستشرق مسیو
سینارٹ صدر جلسہ تھے، اور حاضرین میں اسلامیات، ہندیات و شرقیات کے
متعدد ماہرین موجود تھے۔

فرانس کے بعد ہمارے برادران وطن کی علمی سرگرمیوں کا مرکز امریکہ ہے، یہی کے
ایک نوجوان مسٹر سکھنگر نے جو برلن یونیورسٹی کے ڈاکٹر آف فلاسفی ہیں، نیویارک کے
ایک علمی مجمع کے سامنے جرمن زبان میں ”ہندوستانی شاعری“ اور اسکا اثر جرمن شاعری پر
کے عنوان پر لکچر دیا، اسی طرح ایک دوسرے علمی مجمع کے سامنے ایک بنگالی جنرل پروفیسر
تارک ناتھ داس نے انگریزی زبان میں ”تاریخ ہند کے دور جدید کا طلوع“ کے عنوان پر
تقریر فرمائی، سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ امریکہ شمالی کے دارالسلطنت میکسیکو
میں انگریزی زبان کا ایک اسکول قائم ہوا ہے جسکے صدر مدرس ایک بنگالی دہندرناتھ
سین ہیں، ان سے امریکی طلبہ انگریزی زبان کی تحصیل کرتے ہیں۔

ہندوستان کی تازہ ترین سرکاری یونیورسٹی ڈہاکہ یونیورسٹی ہے، جو یکم جولائی سے
قانوناً وجود میں آئی ہے، اسکے وائس چانسلر ڈاکٹر ہارنگ کا سالانہ مشاہرہ ۸۰۰۰ روپے قرار
پایا ہے، اس کا انقدر مشاہرہ کے مقابلہ میں دوسرے ممالک کی بعض یونیورسٹیوں کے
افسران اعلیٰ کے مشاہروں کے اعداد پر نظر رکھنا خالی از لفع نہوگا۔

پریسڈنٹ امپریئل یونیورسٹی، جاپان، ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ

ہمارے ہوطن اس خبر کو یقیناً مسرت سے سُنیں گے کہ پیرس کی مشہور ”انجمن شرقیہ“ نے
جو نامور مستشرق میو سینارٹ کی صدارت میں قائم ہے، ٹیکور کے مدرسہ شانتی نیکیتن،
(بولیور) کو ساڑھے تین سو فریج کتابوں کا تحفہ پیش کیا ہے، یہ سب کتابیں بلند پایہ
لٹریچر سے متعلق ہیں۔

گزشتہ اپریل میں کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کے طاہرہ داساتذہ نے ایک مخصوص
شب ”ہندوستان کی قومی شب“ کے نام سے نامزد کی، اور اس شب کو ہندوستان ہی
کے متعلق ہر قسم کے مذاکرے رہے، پروفیسر شیپارڈ (تاریخ) پروفیسر سیلکین (اقتصادیات)
اور پروفیسر جیکسن (ایرانیات) وغیرہ نے مختلف عنوانات پر تقریریں کیں،

ولایتی اخبارات و رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت متعدد فرزند ان ہند مغربی ممالک
میں مختلف حیثیات سے ماور وطن کی علمی خدمات انجام دے رہے ہیں، مسٹر اسبالا ہتھ
پیرس میں ایک انجمن ہند قائم کی ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کو فرانس کی
تعلیمی، طبی، صنعتی، ادبی ہر قسم کی درسگاہوں سے متعلق معلومات فراہم کئے جائیں، اور
انکے داخلہ میں ہولیتین بہم پہنچائی جائیں، پروفیسر بنوا کے کمار سرکار جو عرصہ دراز سے
فرانس میں مقیم ہیں، اکثر اہم علمی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں، انکی انگریزی کتاب
”فنون لطیفہ ہند“ کے اقتباسات فریج زبان میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں، گزشتہ
فوری میں انھوں نے انجمن شرقیہ کے سامنے ہندو شاعری میں فنون لطیفہ کے عنوان
سے ایک لکچر دیا، جسے بعض فریج اخبارات نے پسندیدگی کے ساتھ اپنے کالموں میں

۲۴۱۵۰ روپیہ سالانہ

دایس چانسلر، ادنیورٹیورٹی

۲۲۵۰۰

دایس چانسلر، ابرڈین یونیورسٹی

۳۰۰۰۰

دایس چانسلر، گلاسگو یونیورسٹی

پروفیسر ایڈورڈ براؤن، مصنف "تاریخ ادبیات ایران" جنکی شہرت کسی مزید تعارف و توصیف کی محتاج نہیں، کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ نہ صرف عربی و فارسی زبانوں کے محقق بلکہ فن طب کے بھی عالم ہیں اور ایم ڈی کی ڈگری رکھتے ہیں، نومبر ۱۹ اور نومبر ۲۰ میں انھوں نے طبی کالج کے سامنے طب یونانی (عربی) پر لکچر دیئے تھے اب ان لکچرڈن کا مجموعہ (Arabian Medicine) "طب عربی" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو رہا ہے اس کتاب میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ طب یونانی پر مسلمان اطباء کے کس قدر گرانقدر احسانات ہیں۔

قلب انسانی کی شرح حرکت اوسطاً فی منٹ ۷۵ بار ہے اس حساب سے فی گھنٹہ اسکی ضربات کا شمار ۴۵۰۰ فی یوم ۱۰۸۰۰۰ اور فی سال ۳۹۰۰۰۰۰ ہوتا ہے اور ہر انسان کا اوسط عمر اگر ستر سال کا رہا جائے تو ہر انسان کی ضربات قلب کا تخمینہ دو ارب ۷۰ کروڑ ہوتا ہے!

قلب انسانی جو ہر وقت خون بنانے اور اسے اعضا و جسم میں پہنچانے میں مصروف رہتا ہے اسکا بنایا ہوا خون فضا میں جہد جگہ گہیر سکتا ہے اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

ایک ضرب پر خون کی مقدار ۱۰ مکعب انچ جگہ گہیر سکتی ہے

فی منٹ (۷۵ ضربات پر) ۷۵۰

فی گھنٹہ ۴۵۰۰۰

فی یوم ۱۰۰۰۰۰۰

فی سال ۳۹۲۰۰۰۰۰۰

مذکورہ بالا اعداد کے حساب سے اگر ہم اس کل مقدار خون کو یکجا رکھنا چاہیں جو قلب انسانی ایک سال میں خارج کرتا رہتا ہے تو اس کے لئے ایسی عمارت کی ضرورت ہوگی جو ۶۱ فٹ بلند، ۶۱ فٹ طویل، اور ۶۱ فٹ عریض ہو اور اگر اس کے لئے مینار تیار کرنا چاہیں تو اسکی بلندی ۱۱۵ فٹ سے زائد ہوگی اور قطر ۵۰ فٹ کا رکھنا ہوگا! پھر اگر اس ساری مقدار خون کو یکجا کرنا چاہیں جو موجودہ انسانی آبادی ایک سال میں تیار کرتی ہے تو اس کے لئے ایک ایسی ہیبت ناک و سر فلک عمارت تیار کرنا ہوگی جس کے سامنے ہمالیہ کی بلند ترین چوٹیاں باطل حقیر معلوم ہوں گی، یعنی اسکی بلندی ۲۸۴۰۰ فٹ رکھنا ہوگی اور طول معرض بھی اسی قدر ہوگا۔

پونہ میں سلسلہ سے مرہٹوں کی ایک تاریخی انجمن بہارت اتھاس سنشودھاک منڈلک نام سے قائم ہے جسکا مقصد مرہٹی تاریخی تحقیقات کرنا ہے اسوقت تک انجمن ۲۵ کتابیں شائع کر چکی ہے اس کے کتب خانہ میں سیکڑوں قلمی تصاویر ہیں، پانچ ہزار کتبے ہیں اور پچاس ہزار سے زائد متفرق کاغذات ہیں، نوجوان اہل علم کی ایک معقول تعداد اس میں ہر وقت

کام کرتی رہتی ہے اور اسکے ارکان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے، شاہان بیجاپور، سیواجی، مالوجی وغیرہ کے صدائے فرامین و اسناد انجمن نے ہم پہنچائے ہیں، مشہور مہٹی شاعر نوکارام کے قلمی مسودات کا بھی ایک ذخیرہ اسے دستیاب ہو گیا ہے، پیشوا و نظام حیدر آباد کے درمیان فارسی میں جو مراسلت ہوتی رہتی تھی، نیز بالاجی دشونانتمہ کے خطوط کی بھی کافی تعداد بیان محفوظ ہے، بعض فاضل مرہٹوں کے نظام عدالت کی تاریخ مرتب کرنے میں مشغول ہیں، انجمن کا دفتر اسکی ذاتی عمارت میں ہے اور پچاس ہزار روپیہ کے قریب اب تک اسکے مدخل و مصارف کا شمار پہنچ چکا ہے۔

پیرس کی اکاڈمی آف میڈیسن میں ایک نوجوان عورت لائی گئی ہے، جسکے دانتوں کی ایک سالم قطار منہ کے دانتوں کے علاوہ، ایک انکھ کے حلقہ میں بھی ہے! یہ دانت رفتہ رفتہ انکھ کو حلقہ سے باہر کئے دیتے ہیں، اور ہر وقت ان سے سخت زخم کا احتمال رہتا ہے ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ یہ مرض اپنی نوعیت میں بالکل انوکھا ہے، جسکی کوئی مثال اس وقت تک موجود نہ تھی۔

علمائے فلکیات نے اندازہ کیا ہے کہ ہر شب میں ایک کردار دو کردار کے درمیان شہاب ثاقب نمودار، اور فضاے ارض سے متصادم ہو کر اسی میں فنا ہوتے رہتے ہیں، وسط اگر ڈیڑھ کروڑ سال کا رکھا جائے تو ہر سال وہ ۵۲۵۰۰۰۰ کی تعداد میں فضاے ارض سے ٹکرا کر فنا ہوتے رہتے ہیں۔

۲۵۔ جولائی کو انگلستان میں ایک موٹر دڑ ہوئی، اس دوڑ میں سات صبار قاتل موٹرین دوڑنے والی تھیں، اور توقع یہ تھی کہ انکی شرح رفتار فی گھنٹہ ڈیڑھ سو میل سے اوپر ہوگی، یہ وہ شرح ہے جسکے مقابلہ میں ہوائی جہاز اور طیارے بہت پیچھے رہ جائیں گے۔

چکاکو (امریکہ) میں ثانوی تعلیم کا ایک غیر سرکاری مدرسہ ہے جس میں طلبہ کی تعداد دو سو ہے، اس اسکول میں ایک خاص بات یہ ہے کہ طلبہ کو اخبار نویسی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، اسکول سے ایک پندرہ روزہ اخبار اسکول نیوز کے نام سے نکلتا ہے جسکی ادارت، طبع و اشاعت کا سارا کام لڑکے ہی کرتے ہیں، اونچے درجہ کے لڑکے جنکی تعداد عموماً پچیس تین ہوتی ہے ان میں سے ہیڈ ماسٹر ایک، چیف ایڈیٹر، ایک، کو چیف اسٹنٹ، ایک، کو منیجر ایک، کو اسٹنٹ منیجر، اور چند کو رپورٹر مقرر کر دیتا ہے، اور اپنی نگرانی میں سب کو کار متعلقہ سمجھا دیتا ہے، اسکے بعد وہ سارا کام انہیں پر چھوڑ دیتا ہے، اور لڑکے خود تمام فرائض بڑے شوق و دلچسپی و مستعدی سے انجام دیتے ہیں، اخبار کا یوم اشاعت ہر ماہ کا پہلا اور تیسرا منہ شنبہ ہوتا ہے اور وقت اشاعت ۱۲ بجے دوپہر کا ہوتا ہے جو مدرسہ کے برخاست ہونے کا وقت ہے، رپورٹر ہر ہر درجہ سے جا کر خبریں لاتے ہیں اور ان خبروں کی زبان درست کرنے اور انہیں مختصر کر نیکا چیف ایڈیٹر کو پورا اختیار ہوتا ہے، تصحیح پردف کا کام چیف اسٹنٹ کے سپرد ہوتا ہے، بنک میں روپیہ جمع کرنا، چاک لکھنا وغیرہ منیجر سے متعلق ہوتا ہے اور چندہ وصول کرنا اور اخبار کو فروخت کرنا اسٹنٹ منیجر کے ذمہ ہوتا ہے، اب تک یہ تجربہ ہر ہیلوسے نہایت کامیاب رہا ہے، اور اخبار برابر وقت پر نکلتا رہتا ہے۔

انشاء علیہ السلام

ذیل کا خطاب سے سارے آہستہ سوسرے پیشتر کے فارسی طرز تحریر و انشا کا نمونہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سادگی، صفائی اور بے تکلفی قدیم انشا طرازی کے چہرہ کا آب رنگ تھی، ملک شاہ سلجوقی نہایت عظمت و شوکت اور جرأت و اقتدار کا بادشاہ گذرا ہے، اور اسکے ہمراہی میں چند ہی بادشاہ ہوئے ہیں، اسکا وزیر نظام الملک اسکو یہ خط لکھتا ہے، القاب و خطاب کی سادگی اس بات کی دلیل ہے کہ فارسی زبان میں بادشاہوں کے لئے اب جس قسم کے آداب و القاب پائے جاتے ہیں وہ بہت بعد کی پیداوار ہیں،

یہ اس خط سے خود نظام الملک کی سوانح عمری کے متعلق چند مفید اور ضروری تصریحات ملتی ہیں۔ (۱) وہ ہنادند کے حدود میں قتل کیا گیا اور اسکا قاتل قستان کا ایک محدب بطا ہر زانی نام تھا۔ (۲) قتل کا واقعہ روز دوشنبہ ماہ شوال ۵۸۶ھ میں پیش آیا۔

(۳) اس وقت اسکی عمر ۹۱ برس کی تھی، انگریزی کی ایک مشہور تاریخی کتاب (HISTORIANS)

(HISTORY OF THE WORLD) میں لکھا ہے کہ قتل کے وقت اسکی عمر ۹۳ برس کی تھی لیکن خود نظام الملک کا خط اسکی تصدیق نہیں کرتا۔

(۴) وہ چالیس سال تک ملک شاہ کے دامن دولت سے وابستہ رہا اور اپنے بعد منصب وزارت کے لئے اس نے اپنے بیٹے کی سفارش بادشاہ سے کی۔

عرضداشت وزیر اعظم خواجہ نظام الملک علیہ الرحمہ بادشاہ ملک شاہ سلجوقی عرضداشت بندہ کینہہ و خدمتگار دیرینہ نظام الملک بغرض نواب کامیاب بادشاہ

لے نقول از فیاض القرائین فی حقہ قلمی کتبنا نواب حاتم الملک یزدانی جن خالص صاحب یہ کتاب (بقیہ صفحہ آئندہ)

فلک اقتدار کہ شعاع دو پہچہ دولتش بانوار عدل جہاں تاب است می رساند و بعد از وظائف زمین بوس و بندگی بموقف عرض اہل عالم آرا میگردد اند کہ چون لباس حیات بر قامت ہر بندہ دوختہ و چراغ عنایت از لی در فالوس عمر او شبا زوری افزوختہ اند، عاقبت از جام تلخ اجل بمضمون کل نفس ذائقہ الموت چاشنی شربت موتش چشانیدہ اند۔ ع کس را نداده اند برات سلی

پس خرم آن بندہ کہ بدست قضا گریبانش گرفته اند و بجھائے تنخیر بلخ ستم و کار و اجل موافق تقییر بر او کیشدہ اند و او را بدرجہ شہادت رسانیدہ۔ و این بندہ دیرینہ را در دو شنبہ غرہ شوال سال ہمایون فال سہ خمس و شامین دار الجائتہ بردست ابوطاہر زانی کہ یکے از ملاحظہ قستان است در حدود ہماوند آن دولت شہادت میسر گشت، و چون وقت تنگ و جان را آہنگ رفتن بود و وصیت را بر تحریر تقریر این قطعہ کہ در وقت قطع امید و تعلقات بنحاطر رسید ختم نمود، امید کہ بشرف قبول رسد۔

چل سال بالطف تو او شاہ جوان بخت
زنگ ستم از چہرہ افاق ستر دم
طغرای جہانداری و منشور عدالت
پیش ملک لعرش بتوفیع تو بردم
چون شد ز قضا بدت عمرم نو و دیک
در حد ہنسا و ندیک کار و بدم
بگذاشتم آن خدمت دیرینہ بہ فرزند
اورا بخدا و بخداوند سپردم

والسلام علی من اتبع الہدے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) بارہویں صدی کے وسط کی تصنیف ہے، کتاب کے نام کا پہلا جز، خود مصنف کا نام ہے، اس میں سلاطین، شاہزادگان، وزراء، اہل احوال اور حکام کے بارہویں مراسلین جمع کی گئی ہیں لے نقل مطابق اصل لفظ صاف پڑھا ہین گیا۔

اُحساٰی

افاداتِ اکبر

دنیا کی طمع میں وہ پہلا اور میں نے خدا کا نام لیا

نغزش سے وہ خاک آلودہ ہوا اور صبر نے مجھ کو تمام لیا

ظاہر کا ادب ملحوظ رہا، باطن بھی مگر محفوظ رہا

واعظ سے ادھر اک بات سنی سانی سے ادھر اک جام لیا

اپنی مدد کو آپ آٹھے ہے وہ ہاتھ خوب چھوڑو غم رفیق خدا ہی کا ساتھ خوب

شیطان نے کیا حضرت آدم کو سجدہ اور عذر کیا پیش کہ میں آگ وہ مٹی
حضرت کو بھی تقلید نازی میں یہ عذر سجدہ کا وہ ملا ہی میں صاحب کا ہن نشی

فارسی

روح را از تن مکنانے دادہ اند بے نشانے را نشانے دادہ اند

برہن در دیر دمن پیش حرم ہر چین را آستانے دادہ اند

ہر نگہ یک رفتے دارد بہ پیش ہر نظر را آسمانے دادہ اند

محوساتِ جوش

جناب شیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

رفتہ رفتہ شادیاں وحشت کا سامان ہو گئیں

بتیان جب برہنگئیں حد سے بیابان ہو گئیں

ہے میری شکوہ! تم نے بھی کیا دھوکا دیا

عین دلچسپی کا عالم تھا کہ آسان ہو گئیں

سوچنا تو اول غافل کیش اگر فرصت ملے

کونسی باتیں سرے سرے کا سامان ہو گئیں

آرزوئیں خاک میں مل کر امیدیں ٹوٹ کر

روح کی بالیدگی کا ساز و سامان ہو گئیں

شاہد بزم خود آرائی! تری نیرنگیاں

مطلعِ عالم پہ یوں چھائی کہ پہنان ہو گئیں

جتنی باتیں رات بھر دل سے کہی تھیں جوش نے

سلکِ روحانیت میں جزوایان ہو گئیں

بَابُ التَّحْقِيقِ وَالْإِبْرَاهِيمِ

اسرار حق

مولفہ

پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب ایم اے

ملک کے جدید ارباب قلم میں پروفیسر الیاس برنی کا نام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا، انکی کتاب علم المعیشت اور بعض ادبی تالیفات کافی روشناسی حاصل کر چکی ہیں اسرار حق انکے افادات قلم کا تازہ ترین ثمر ہے۔

کتاب تمہید، چند ضمیمہ جات کے علاوہ ابواب ذیل میں منقسم ہے:- وینیات عقلیات، علم باطن، توحید فی الالوہیت، توحید فی الآثار، توحید فی الافعال، توحید فی الصفات، توحید فی الوجود، احدیت و عبدیت، ہر باب کے تحت میں عنوان کے تناسب، آیات قرآنی، احادیث نبوی، اور اقوال اکابر صوفیہ کو جمع کر دیا گیا ہے، اور خود مولف صاحب کو نادر لکھی کہیں توضیح مطالب کے لئے چند سطرین لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، اسلئے کتاب کو حقیقی معنی میں "تالیف" کہہ سکتے ہیں،

اقوال صوفیہ کرام میں جنید بغدادی، بایزید بسطامی، مولانا روم، امام غزالی، غوث اعظم، خواجہ حافظ، ملا جامی، شیخ سعدی، خواجہ اجمیری، خواجہ نقشبند، مجدد سرہندی، شاہ ولی اللہ وغیرہ تقریباً کل مشاہیر و مستند مہر ان طلیعت سے یکسان استفادہ کیا گیا ہے کسی خاص ملک و سلسلہ کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔

جناب مولف کی محنت و سعی قابلِ داد ہے، اور ناظرین کو اس مجیدہ میں یقیناً اسلامی تصدیق سے متعلق بہت سے مستند و کارآمد معلومات یکجا مل جائیں گے، لیکن بہت ممکن ہے کہ کتاب کا فلسفہ ترتیب انکی سمجھ میں نہ آئے، توحید کو مختلف اصناف (افعالی، صفاتی و وجودی وغیرہ) میں تقسیم کرتے وقت اگر کوئی خاص بنا تقسیم پیش نظر تھی تو اس نکتہ کو ذرا کہول کر لکھنا چاہیے تھا، اسلئے کہ بعینہ ایک ہی قسم کی آیات، احادیث، اقوال سلف ہر باب میں درج ہیں اور انہیں بلا تکلف ایک باب سے اٹھا کر دوسرے کے ماتحت رکھا جاسکتا ہے۔

کتاب کا پہلا باب سب سے طویل باب ہے، جو پورے ۷۵ صفحہ میں آیا ہے، لیکن یہ باب تقریباً حرف بحرف مولوی عبدالباری صاحب ندوی کے رسالہ مذہب و عقلیات سے منقول ہے، جسپر ڈیڑھ سال ہوئے معارف میں ریونیوکل چکا ہے، تصنیفی دنیا میں اخذ و استفادہ کی رسم مطلق معیوب نہیں، ایک چراغ برابر دوسرے چراغ سے جلتا رہتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے ہر موقع پر اعتراف نہایت کشادہ جبینی سے کیا جائے، مولف صاحب نے اس باب کے شروع میں اسلئے "مضمون" کے "ماخوذ" ہونے کا اعتراف کیا ضرور ہے، لیکن ہلکوائے قلم سے اس سے زیادہ تصریح کی توقع تھی، رسالہ مذہب و عقلیات کا محض "مضمون" ہی "ماخوذ" نہیں بلکہ اسکا بڑا حصہ حرفاً حرفاً منقول ہے۔

کتاب کے آخرین تین ضمیمہ ہیں، ضمیمہ اول میں فہرست ماخذ ہے، ضمیمہ دوم ان کتب حقائق پر مشتمل ہے، جو صوفیہ اسلام میں مستند سمجھی جاتی ہیں، یہ فہرست طالبین کے لئے یقیناً مفید ہوگی، انگریزی مصنفین اکثر اپنی کتابوں کے آخرین اس قسم کی فہرست (Bibliography) دیدیا کرتے ہیں، برنی صاحب کا یہ طریقہ دوسرے اُردو

مصنفین کے لئے بھی باعث تقلید ہونا چاہیئے، ضمیمہ سوم میں مغربی تصانیف و مصنفین کی فہرست دی گئی ہے، یہ فہرست البتہ غیر ضروری تھی، کہ اس سے کتاب کے نفس معنوں کو مطلق تعلق بہنیں اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس فہرست میں متعدد مسامحات بھی موجود ہیں مثلاً گنگلے کو فلسفیوں میں شمار کیا ہے، حالانکہ اس نام کا قطعاً کوئی فلسفی بہنیں ہوا ہی ایک شاعر و ادیب البتہ ہوا ہے، یا کہلے کی ایک کتاب ”فرنگل بیس آف لائف“ کے نام سے درج کی ہے، حالانکہ اس نام کی اسکی کوئی کتاب موجود بہنیں، یہ اسکے ایک ایڈیٹر کا عنوان تھا، و قس علیٰ ہذا۔ مغربی مصطلحات کی فہرست بھی خواہ مخواہ کا اضافہ ہے، ان کو اسرار حق سے ضمناً بھی کوئی واسطہ بہنیں۔

آئندہ ایڈیشن میں ترتیب پر نظر ثانی کے ساتھ کتابت و طباعت پر بھی مزید توجہ کی ضرورت ہے، اور تمہید ”کو تو یقیناً استفادہ رحل نہ رہنا چاہیئے، تمہید اگر مطالب کتاب یا ضرورت تالیف کی وضاحت بہنیں کرتی تو اسکا عدم اسکے وجود سے بہتر ہے۔

ان چند فروگزاشتوں کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ اسلامی تصوف کے متعلق استفادہ مستند معلومات یکجائی طور پر کسی اور اردو کتاب میں مشکل ہی سے مل سکیں گے، اور اس لحاظ سے کتاب واجب قدر دانی کی مستحق ہے۔

ضخامت مع ضمیمہ جات ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، غالباً مجلد ہی ملتی ہے، جلد ہوا تھا قیمت سے، اٹلے کا پتہ، مصنف، ترب بازار حیدر آباد دکن، یا منیجر مسلم یونیورسٹی، ٹیٹنہ پریس علی گڑھ۔

عرب اور انکا مستقبل

مولوی سید مقبول احمد صاحب الہ آبادی نے اس کتاب میں حسب ذیل مضامین پر بحث و قابل مطالعہ بحث کی ہے، عرب قدیم، فتوحات عرب، تمدن عرب، انحطاط عرب، ممالک عرب مستقبل عرب، گذشتہ جنگ میں عربوں نے تمام عالم اسلامی کے جذبات کے خلاف جو روش اختیار کی تھی اسکے نتائج بد کا خیمہ زہ تمام مسلمانان عالم اور ہستی سے وہ خود بھی اٹھا رہے ہیں، اس کتاب کے مقدمہ میں اس روش کو حق بجانب ثابت کر نیکی کو شش گئی ہے، مولف نے ترکوں پر جن الفاظ میں الزامات قائم کئے ہیں وہ یہ ہیں :-

اس ملک کو ترکوں کی غفلت کے زمانہ میں کوئی اقتصادی یا ملی ترقی بہنیں ہوئی، یہاں تک کہ عربوں کے آثار قدیمہ میں سے وہ چند قبور اور زیارات باقی رہ گئے ہیں جنکا محفوظ رکھنا ترکوں کے نزدیک مذہبی فرض تھا، مگر عربی ملت، عربی علوم، عربی مدارس اور سب سے زیادہ زمین کی خداداد زرخیزی کو کچھ ایسا مٹی کے تلے دیا کہ جب تک انھوں نے خاک پاک عرب کو اپنے بوٹوں سے نہ جھاڑ لیا، بیروت کے حرف ایک عیسائی مشنری کالج کے سوا جو عربوں کے تمدن اور علوم کو اپنی خفیف ضیاء سے منور کرنے کی کوشش کر رہا تھا عربوں کا کوئی ذریعہ دینی اور دنیوی نجات کا باقی نہ رہ گیا تھا۔

اسی مقدمہ کے آخر میں مولف نے لکھا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو حقارت سے دیکھنے یا بغض رکھنے والی کو و عیدین

زمانی ہیں، ہمارے بعض جو شیخ مسلمانوں نے اکثر عربوں کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ ان کو خائن، دشمن، بد دین، جاہل سلطنت کے ناقابل غرض قہریم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

فرمان نبوی کے علاوہ یوں بھی کسی کو بُرے لفظوں سے یاد کرنا کوئی اچھی بات نہیں، اور اس میں عرب وغیر عرب کی تفریق بھی ایک بے معنی سی چیز ہے، ممکن ہے گذشتہ جنگ میں عربوں نے جو طرز عمل اختیار کیا اور اُس کے جو نتائج ظاہر ہوئے اُنکی بنا پر کسی دردمند دل سے یہ الفاظ نکلے ہوں، لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ جو ناقابل تلافی غلطی یا غداری عربوں سے ظہور پذیر ہوئی، اس جرم کے مقابلہ میں ان الفاظ کا کیا وزن باقی رہ جاتا ہے۔

ایک موقع پر اسی مقدمہ میں مولف نے لکھا ہے کہ

قطع نظر اس بات کے کہ جمال پاشا کے نادر شاہی حکم اور ان کا قتل عام عربوں کی

بنادیت کا سبب ہوا۔

ان الفاظ کو پڑھ کر مجھے مشہور مستشرق پروفیسر مارگو لیتھ کے ایک خط کی یہ عبارت یاد آگئی جو انھوں نے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رکن اول دفعہ خلافت کے ایک خط کے جواب میں لکھی تھی،

واما ما تعرضون من الدفاع عن الدولة التركية فيمنعنا من الاجابة اليه ما قد استهزؤ وشاع ودخل من اطلاق الاتكاف لتقابل على بيت الله الحرام وسفكهم لدماء المسلمين في سوريا وانتهاكهم كل المحامد

اور آپ نے دولت ترکی کی حمایت و مدافعت کی نسبت جو خیالات پیش کئے ہیں ہم کو ان کے قبول کرنے سے وہ خبریں رکھتی ہیں جو اس وقت عام طور پر ہر جگہ مشہور ہیں یعنی ترکوں کا بیت اللہ پر گولہ باری کرنا، شام میں مسلمانوں کا قتل عام، قابل حرمت امور کی بے حرمتی کرنا اور ان کا ہر اس فعل کو

واقعا مصداق علی کل ما یقبح ذکر ہے۔

اصل یہ ہے کہ مولف نے ان واقعات کو جس روشنی میں دیکھا ہے کہ اسکی شتابان کہیں اور سے آئی ہیں، حالانکہ اُنکو چاہیے تھا کہ واقعات کو بہت احتیاط کے ساتھ اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھتے، ترکوں پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اُنکے متعلق اتنا مسلم ہے کہ بے شبہہ ترکی در خلافت میں عرب کا کوئی شہر قسطنطنیہ نہ بن سکا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کبھی ایسا ہوا بھی ہے، اموی اور نیز عباسی در خلافت جو مولف کے نزدیک خالص عربی خلافت کا زمانہ تھا کیا اس میں بھی عرب کا کوئی شہر دمشق و بغداد کا ہمسر بن سکا تھا؟

تدن عرب کے تحت میں زیادہ تر علوم و فنون پر بحث ہے، یہ چند ان قابل اعتراض نہیں کہ مصنف نے جو کچھ لکھا سرسری لکھا ہے، لیکن یہ امر یقیناً قابل اعتراض ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل غیر ذمہ دار قلم اور غیر محتاط طریقہ سے لکھا گیا ہے، یورپین مصنفین کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ اسلام کے ہزار سالہ تمدن میں جو کچھ بھی ہوا ہے، اسکو وہ عربوں سے وابستہ کر دیتے ہیں اور پوری تاریخ کا نام تاریخ تمدن عرب رکھتے ہیں، حالانکہ اسلامی تمدن کے زیادہ شعبے ایسے ہیں جنکی ترقی غیر عرب اقوام کے قوائے دماغی و طبعی کی مرہون منت ہے، فرانس کے مشہور مصنف گشادلی بان نے اسلام کی تمدنی تاریخ ایک ضخیم مجلد میں لکھی، حسین اندلس، افریقہ، اور ہندوستان کی تمدنی ترقی کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے، وہ ہر ملک کی تعمیرات و علوم و فنون اور مصنوعات کی خصوصیات کو دکھلاتا ہے، ایک دوسرے میں امتیاز و فرق کی تصریح کرتا ہے لیکن اس پورے مرقع کا نام وہ تاریخ تمدن عرب رکھتا ہے۔

بہر حال یہ ایک غلطی ہے جس میں باہر والے مبتلا ہو سکتے ہیں لیکن گھروالوں کو تو واقف ہونا چاہیے مولف نے نہایت آزادی سے اکثر علوم و فنون کے مشاہیر علماء کو عرب لکھ دیا ہے حالانکہ واقعہ ایسا

مطبوعات جدید

مشاہیر ہند، مولانا محمد علی، مہاتما گاندھی، پنڈت مالویہ، مسٹر گوکھلے اور دیگر خدام ملک
دلت کے حالات میں شیخ تاج محمد صاحب انور بی، اے اسٹنٹ ایڈیٹر پبلک لاہور نے
یہ کتاب تالیف فرمائی ہے، جسکی ضخامت ۴۰ صفحہ ہے، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ انتخاب میں
کوئی اصول پیش نظر رکھا گیا ہے، اگر مصلحین قوم کی سوانح لکھنا ہے تو غریب سرسید نے کیا
تصور کیا تھا جو انکے حالات فلم انداز کر دیئے گئے؟ اور ہر ہائس نواب میر محبوب علی خان مرحوم
فرانز دے سلطنت آصفیہ کو اس صف میں کیسے کھڑا کر دیا گیا؟ دیگر شاہیر ہند جو اس نشاۃ
جدیدہ میں پیدا ہوئے ہیں، انکے نظر انداز کرنے کی وجہ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی، قیمت مجلد ۱۰
غیر مجلد ۵، صوفی دارالاشاعت پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات سے ملے گی۔

پارہ ہائے جگر، مولوی محمد حسین صاحب کینی چریا کوٹی سابق مدیر العلم کی چہ نظموں کا
مجموعہ ہے، جو جناب حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق کے زیر اہتمام طبع ہو کر شائع ہوا ہے، قومی
نظموں کا ایک خاص اسٹائل ہوتا ہے، لیکن مولوی کینی نے جو طرز اختیار کیا ہے اسکو دیکھ کر
سہل ہوتا ہے کہ انکی نظمیں اسلام کی دردناک حالت کا مرثیہ نہیں بلکہ حسن و عشق کی دلچسپ
داستانیں ہیں، البتہ زندہ جاوید کے نام سے جو نظم لکھی ہے وہ اس نکتہ چینی سے مستثنیٰ ہے،
قیمت درج نہیں، مشرق گورکھ پور کے پتہ سے مصنف سے ملے گی۔

صدیق اکبر، خواجہ محمد عباد اللہ صاحب اختر بی، اے نے جو مختلف کتابوں کے
مصنف ہیں، حضرت ابوبکر صدیق کی ایک سوانح عمری لکھی ہے جس میں اگرچہ بعض ایسی

ہنیں ہے، خود صرف کے مشاہیر علماء ائمہ غیر عرب تھے، فقہ و حدیث کے اکثر ائمہ غیر عرب تھے، امام
راضی و امام عبد القادر جرجانی عرب نہ تھے، بوعلی سینا کو عرب کہنا صحیح نہیں، ابن بابہ، ابن رشد،
اور ابن خلدون کی قومیت و وطنیت عرب نہ تھی، یہاں تفصیل سے اسکو لکھا نہیں جاسکتا، لیکن
یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کی تاریخ جن مایہ ناز افراد سے روشن ہے وہ زیادہ تر غیر عرب اور خال
خال عرب ہیں،

ممالک عرب کے تحت میں مولف نے جزائیہ عرب لکھا ہے، اولاً ترتیب کے لحاظ سے اس باب کو
مولف نے جو جگہ دی ہے وہ شاید درست نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ مولف نے عرب کے واس میں جب قدر
ممالک سمیٹ لئے ہیں وہ بھی صحیح نہیں، اس جدید جزائیہ کے رُوسے شام و عراق کے علاوہ مصر،
طرابلس الغرب، تیونس، الجزائر، اور مراکش بھی عرب میں داخل ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے اپنی وفات کے
وقت اپنی مملکت در بیٹوں امین و مامون پر بطرح تقسیم کی تھی وہ یہ کہ ممالک مغربی و ممالک مشرقی،
ممالک مغربی میں عرب، شام و عراق، مصر، طرابلس الغرب، الجزائر، تیونس اور مراکش داخل تھے، جہاں
کی آبادی تمام تر عربی زبان بولتی تھی، اس تقسیم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ تمام ممالک عرب میں داخل ہیں،
ان سماعت کے باوجود بھی مولف کی محنت مستحق داد ہے، گو سرسری ہے تاہم کچھ نہ کچھ مفید
معلومات یکجا کر دیئے گئے ہیں جن سے ناظرین کو امید ہے کہ فائدہ پہنچے، آخری حصہ مولف کے
خیالات ہیں جسکی طرف عام مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے، کتاب صاف ستھری اور سہل طرح اچھی
چھپی ہے، تقطیع کلان، کاغذ سفید، صفحے ۱۹۶، قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ، ملنے کا پتہ: آفس میسر
ایم، اے اینڈ کو انجینیرس و کنٹرکٹرس نمبر ۱۶۹، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔

بحثیں آگئی ہیں جو غیر متعلق ہیں، تاہم ان سے ناظرین کے معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے قیمت پیر، شیخ الہی بخش دجلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور سے ملگئی۔

دین و دنیا: یہ ماہوار رسالہ "نظامیہ دارالاشاعت" دہلی سے شائع ہوتا ہے جسکے ساتھ خواجہ حسن نظامی صاحب کا رسالہ پیر بہائی بھی شامل ہے، اسکی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ ہر خریدار کو اختیار ہے کہ جب اسکا جی چاہے دیکھے ہوئے پرچے احتیاط سے واپس کر کے اپنی ادا کردہ کل قیمت واپس لے لے، چونکہ اس میں اشتہارات کا حصہ بہت کافی ہوتا ہے اسلئے ممکن ہے کہ بعض طبائع کو اس رعایت سے بدگمانی پیدا ہو۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ "دین و دنیا" کے متعلق مفید و دلچسپ معلومات کا ایک دافذ خیرہ اس کے اندر ہوتا ہے، اور خواجہ صاحب کے مقبول و دلکش طرز تحریر کا لطف مزید برآں قیمت سہ ماہی ۸ روپے ششماہی ۱۵ روپے سالانہ ۳۰ روپے پر چہلہ رہے۔

محزن، محزن اردو کے قدیم ترین رسالوں میں ہے، اپنے ابتدا سے زمانہ اشاعت سے لیکر آج تک اس نے مختلف قالب بدلے ہیں اور ہر قالب میں اسکی خاص خصوصیت یعنی ادبی روح جھلکتی رہی ہے، موجودہ تغیر و تبدل میں اسکی عنان ادارت مولوی ابوالعباس بیدل شاہ جہانپوری کے ہاتھ میں آئی ہے یہ وہی بیدل ہیں جنکے متعلق مولانا شبلی مرحوم کا ایک مصرع ہے،
۶۔ چہ تو ان کرد چہ فرمودہ بیدل باشد۔ محزن کی خوش قسمتی ہے کہ وہ آئندہ سے تمام تر فرمودہ بیدل ہوگا، قیمت سالانہ قسم اول للہ رائتہ: محزن لاہور، تقطیع پہلے سے بڑھی کر دی گئی ہے،

مدینہ: مجوز کا مشہور اخبار ہے جو حال میں نے اب درنگ کے ساتھ نکلنا شروع ہوا اس کے مضامین عمدہ اور تراجم پرزور ہوتے ہیں تازہ خبروں کی فراہمی پر بھی اسکو خاص توجہ رہتی ہے اس کے سائز میں بھی اضافہ کیا گیا ہے، غرض ظاہری اور باطنی حسن و خوبی کے لحاظ سے یہ اخبار پڑھنے کے قابل ہے۔

مجلد ہفتم

ماہ ذی الحجہ ۱۳۹۹ مطابق اگست ۱۹۷۸ء

عدد دوم

مضامین

شذرات

تاریخ رومہ کا ایک ورق

خلافت و شاہان اسلام

ملکی زبانوں میں اردو کا درجہ

اخبار علمیہ

ادبیات

تقریظ و انتقاد

مطبوعات جدیدہ

۸۲ - ۹۰

مولوی عبد الماجد صاحب بی ۱۷۱، ۹۱ - ۱۰۷

مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دارالافتاء ۱۰۸ - ۱۱۹

محمد سعید صاحب انصاری متعلم ۱۲۰ - ۱۳۸

۱۳۹ - ۱۴۶

جناب سجاد، حضرت رزمی، پروفیسر فدا علی ۱۴۷ - ۱۵۰

سائق رزاقیہ، مبادیات تجارت، ۱۵۱ - ۱۵۷

۱۵۸ - ۱۶۰